آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے + لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۳ بابتہ ماہ اگست ۱۹۰۴ء نمبر ۸

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ اگست سنہ ۱۹۰۴ء کو شایع ہوا + چندہ سالانہ اردو پرچہ ۔ عہ

التماس ضروری

اُس تاکید مجسم ارشاد حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس مین اس رسالہ کے اجرائے وشیوع کے
اصل اغراض و مقاصد ظاہر کرکے اسلام کو جملہ مخالفین کے مہلک حملون کی بادصرصر سے بچانے اور اسکے
قالب مردہ مین روح حیات ڈالنے اور اہل اسلام مین دوبارہ روحانیت پیدا کرنے اور عوام الناس کو ضلالت
اور جہالت کے خطرناک گڑھے مین گرنے اور مخالفین کے دام تزویر سے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ قرار دیا
گیا تھا۔ اسکے قیام واستحکام کے بارہ مین اعانت اشاعت رسالہ کی تحریک کیغرض سے اب بار بار لمبے چوڑے
الفاظ مین کچھ زیادہ قلم فرسائی کرتے رہنا ہمارے نزدیک غیر ضروری اور محض تحصیل حاصل ہے کیونکہ
امام صادق علیہ السلام نے اپنی جماعت کو اپنے اس ارشاد مین جس قدر تاکید اکید فرمائی ہے اور حد سے
بڑھے ہوئے پرزور الفاظ مین اپنے پُرجوش مخلصین کو اس کی خریداری کیجانب ملتفت کرنا چاہا ہے
اس سے بڑھکر اور کوئی پرہیبت اور پرشوکت تاکیدی الفاظ نہین ملسکتے جو اپنی جماعت کے بیدار کرنے کیلئے
معرض تحریر مین لائے جاوین۔ کیا اپنی جماعت کے مخلص و پرجوش باہمت احباب کے لئے حضرت اقدس
کی جانب سے یہ کچھ کم تاکیدی الفاظ تھے کہ "مین پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردونکو
اس طرف توجہ دلاتا ہون کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد مین جہانتک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت
دکھلاوین۔ جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی مین میری منشاء کے مطابق میری اغراض مین مدد دیگا
مین امید رکھتا ہون کہ وہ قیامت مین بھی میرے ساتھ ہوگا" حضرت اقدس نے صرف انہی الفاظ پر ہی
اکتفا نہین کی بلکہ اس رسالہ کی خریداری و مالی اعانت کے واسطے مکرر الفاظ ذیل مین تاکید فرمائی ہے۔
کہ "تمہین معلوم نہین کہ اسوقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید مین جوش مین ہے۔ واقعی وہی شخص
اس جماعت مین داخل سمجھا جاویگا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ مین خرچ کریگا۔ مین بار بار کہتا ہون کہ اس
خدمت مین جان توڑ کوشش کرو"

اپنی جماعت کو اس رسالہ کی اعانت کے لئے سخت تاکید فرماتے ہوئے اس ارشاد کی آخری سطور
مین ظاہر فرمایا ہے کہ "اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہکر اس بارہ مین کوشش کرین تو
دس ہزار خریدار کا پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہین ہے بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد خریداری
بہت کم ہے" اگرچہ حضرت اقدس کے اُس تاکیدی ارشاد کے نکلنے پر ابتدائی تازہ جوش مین اپنی جماعت کے ہر طبقہ
کے احباب نے حسب استطاعت اسکی مالی امداد اور اشاعت مین حتی الوسع بہت کچھ سعی فرمائی۔ اور
اپنے اخلاص مندی و ہمت کا ایک قابل تقلید نمونہ دکھلایا اور اسی کوشش کا ثمرہ ہے۔ کہ تعداد خریداری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وحی الٰہی کی ضرورت

ہندوستان مین برہمو سماج ایک ایسا فرقہ ہے اور اس کے امثال یورپ اور دیگر عیسائی ممالک مین بکثرت موجود ہین جن کے نزدیک الہام الٰہی خدا تعالیٰ کی شناخت اور نجات کے لئے ضروری نہین اور نہ ہی انسانون کی ہدایت کے لئے کسی الہامی کتاب کی ضرورت ہے بلکہ ان لوگون کے نزدیک انسانی عقل ہی ان سب باتون کے لئے کافی ہے۔ اصل مین اس فرقہ کے انکار ضرورت الہام کی وجہ یہی ہوئی ہے کہ بائیبل اور ویدون مین جس الہام کو انہون نے دیکھا ہے اسے ناقص پایا ہے۔ اور اس نقص کو دیکھکر آہستہ آہستہ انکار الہام ہی کر دیا ہے اس کی نظیر عیسائی مذہب مین ایک اور بھی پائی جاتی ہے کہ جب عقلمند اور فہیم لوگون نے یسوع کے نقصون اور کمزوریون پر غور کیا تو اس کے خدا سے انہین مجبوراً انکار کرنا پڑا۔ لیکن چونکہ عیسائی عقیدہ نے یسوع کو ہی خدا بنا کر ان کے سامنے پیش کیا تھا اس لئے یسوع کی خدائی کے انکار کے ساتھ وہ اللہ تعالےٰ کی ہستی کے بھی منکر ہو گئے پس جیسے سچے اور زندہ خدا کے وجود سے بے علمی کے باعث عیسائی لوگ دہریہ ہو گئے ایسے ہی انکے اور ہندوؤن کا ایک فرقہ سچے اور کامل الہام اور زندہ الہامی کتاب یعنی قرآن کریم سے ناواقفی کے سبب سے اور زندہ سرچشمہ الہام سے محرومی کی وجہ سے ضرورت اور وجود الہام کا انکار کر بیٹھے ہین۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو خدا کی زندہ وحی کا مورد اور اس کے زندہ مکالمہ سے مشرف ہے اس فرقہ کا رد اور ان کے اعتراضون کا استیصال قطعی اور یقینی دلایل سے اپنی مشہور معروف تصنیف براہین احمدیہ مین کیا ہے اور ذیل مین ہم اس بے نظیر کتاب سے بعض مقامات نقل کرتے ہین تا کہ طالب حق کو معلوم ہو کہ یہ فرقہ کس قدر سخت غلطی اور گمراہی مین مبتلا ہے۔

اس مین کچھ شک نہین کہ بلا مدد غیبی انسان کا ایسا نیک خاتمہ ہو جانا جس پر بالیقین نجات کی امید

اس بات پر موقوف ہے کہ اس کو صانع حقیقی کے وجود اور اسکے قادر مطلق ہونے کی نسبت اور اس کے وعدہ جزا سزا کی بابت یقین کامل کا مرتبہ حاصل ہو جائے اور یہ امر صرف ملاحظہ مخلوقات سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس مرتبہ یقین تک پہنچانے کے لئے ایک ایسی الہامی کتاب کی ضرورت ہے جسکی مثل بنانا انسانی طاقتوں سے باہر ہو۔ اب اس تقریر کو اچھی طرح سمجھانیکے لئے دو باتوں کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل سے کیوں وابستہ ہے دوم یہ کہ وہ یقین کامل ملاحظہ مخلوقات سے کیوں حاصل نہیں ہو سکتا۔ سو پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یقین کامل اس اعتقاد صحیح جازم کا نام ہے جس مین کوئی احتمال شک کا باقی نہ رہے اور امر مقصود التحقیق کی نسبت پوری پوری تسلی اور تشفی دلکو حاصل ہو جائے اور ہر ایک اعتقاد جو اس حد سے متنزل اور فروتر ہو وہ مرتبہ یقین کامل پر نہیں ہے بلکہ شک یا غایت کار ظن غالب ہے اور یقینی طور پر نجات کی امید یقین کامل پر اس لئے موقوف ہے کہ مدار نجات کا اس بات پر ہے کہ انسان اپنے مولے کریم کی جانب کو تمام دنیا اور اسکے عیش وعشرت اور اسکے مال ومتاع اور اسکے تمام تعلقات پر یہانتک کہ اپنے نفس پر بھی مقدم سمجھے اور کوئی محبت خدا کی محبت پر غالب ہونے نہ پاوے۔ لیکن انسان بہ بداہت دیکھ رہا ہے کہ وہ برخلاف اس طریقے جس پر اس کی نجات موقوف ہے ایسی چیزون سے دل لگا رہا ہے جنسے دل لگانا خدا سے دل ہٹانے کو مستلزم ہے اور دل بھی ایسا لگایا ہوا ہے کہ یقینی طور پر سمجھ رہا ہے کہ تمام راحت اور آرام میرا انہین تعلقات مین ہے اور نہ صرف سمجھ رہا ہے بلکہ وہ لذات بہ یقین کامل اس کے لئے مشہود اور محسوس ہین جن کے وجود مین اس کو ایک ذرا سا شک نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو خدائے تعالے کے وجود اور اس کی لذت وصال اور اس کی جزا سزا اور اس کی آلاء نعماء کی نسبت ایسا یقین کامل نہ ہو جیسا اس کو اپنے گھر کی دولت پر اور اپنے صندوق کے گنے ہوئے روپیون پر اور اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے باغون پر اور اپنی زرخرید یا موروثی جایداد پر اور اپنی آزمودہ اور چشیدہ لذتون پر اور اپنے دلارام دوستون پر حاصل ہے تب تک خدا کیطرف دلی جوش سے رجوع لانا محال ہے کیونکہ کمزور خیال زبردست خیال پر غالب نہیں آسکتا اور بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ جب ایسا آدمی جسکا یقین بہ نسبت امور آخرت کے دنیا پر زیادہ ہے اس مسافرخانے سے کوچ کرنے لگے اور وہ نازک وقت جسکو جان کندن کہتے ہین یکایک اسکے سر پر نمودار ہوکر اسکو ان یقینی لذات سے دور ڈالنا چاہے جو دنیا مین اس کو حاصل ہین اور اسکو ان پیارون سے علیحدہ کرنا چاہے جنکو وہ یقیناً بچشم خود ہر روز دیکھتا ہے اور ان مالون اور ملکون اور دولتون سے اس کو جدا کرنے لگے جن کو وہ بلاشبہ اپنی ملکیت سمجھتا ہے تو ایسی حالت مین ممکن نہیں کہ اسکا خیال خدا تعالے کی طرف قایم رہے مگر صرف اسی صورت مین کہ جب اس یقین کامل کے مقابل پر خدائے تعالے کے وجود اور اس کی لذت وصال اور اسکے وعدہ جزا سزا

پر بھی ایسا ہی یقین کامل بلکہ اس سے زیادہ ہو اور اگر اس آخری وقت مین اس درجہ کا یقین جو
خیالات دنیوی کی مدافعت کرسکے اسکو حاصل نہ ہو تو یہ امر غالباً اس کے لئے بدخاتمہ کا موجب ہوگا۔

اور یہ بات کہ صرف ملاحظہ مخلوقات سے یقین کامل حاصل نہین ہوسکتا۔ اس طرح پر ثابت ہے۔ کہ
مخلوقات کوئی ایسا صحیفہ نہین ہے کہ جس پر نظر ڈالکر انسان یہ لکھا ہوا پڑھ لے کہ ہان اس مخلوق کو
خدا نے پیدا کیا ہے اور واقعی خدا موجود ہے اور اسی کی لذت وصال راحت حقیقی ہے اور وہی مطیعونکو
جزا اور نافرمانون کو سزا دیگا۔ بلکہ مخلوقات کو دیکھکر اور اس عالم کو ایک ترتیب احسن اور ابلغ پر مرتب پاکر
فقط قیاسی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مخلوقات کا کوئی خالق ہونا چاہئیے اور لفظ "ہونا چاہئیے" اور
"ہے" کے مصداق مین بڑا فرق ہے مفہوم "ہونا چاہئیے" اس یقین جازم تک نہین پہونچا سکتا جس تک
مفہوم "ہے" کا پہنچاتا ہے بلکہ اس مین کسی قدر رگ شک باقی رہ جاتی ہے اور جو شخص کسی امر کی نسبت
بطور قیاسی ہونا چاہئیے کہتا ہے اسکے قول کا صرف اسقدر خلاصہ ہے کہ میرے قیاس مین تو ہونا
لازم ہے اور آگے مجھے خبر نہین کہ واقعہ مین ہے بھی یا نہین یہی وجہ ہے کہ جو لوگ فقط مخلوقات پر
نظر کرنے والے گذرے ہین وہ نتیجہ نکالنے مین کبھی متفق نہین ہوئے اور نہ اب ہین اور نہ آیندہ ہونا
ممکن ہے ہان اگر آسمان کے کسی گوشہ پر موٹی جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہوتا کہ مین بے مثل و مانند خدا
ہون جس نے ان چیزونکو بنایا ہے اور جو نیکون اور بدون کو ان کی نیکی اور بدی کا عوض دے گا
تو پھر بلا شبہ ملاحظہ مخلوقات سے خدا کے وجود پر اور اس کی جزا سزا پر یقین کامل ہو جایا کرتا اور ایسی
حالت مین کچھ ضرور نہ تھا کہ خدائے تعالے کوئی اور ذریعہ یقین کامل تک پہونچانے کا پیدا کرتا لیکن
اب تو وہ بات نہین ہے اور خواہ تم کیسی ہی غور سے زمین آسمان پر نظر ڈالو کہین اس تحریر کا پتہ
نہین ملیگا صرف اپنا قیاس ہے اور بس۔ اسی جہت سے تمام حکما اس بات کے قایل ہین کہ زمین
آسمان پر نظر ڈالنے سے وجود باری کی نسبت شہادت واقعہ حاصل نہین ہوتی۔ صرف ایک
شہادت قیاسی حاصل ہوتی ہے جسکا مفہوم فقط اس قدر ہے کہ ایک صانع کا وجود چاہئیے اور
وہ بھی اس کی نظر مین کہ جو وجود ان چیزون کا خود بخود ہونا محال سمجھتا ہو۔ لیکن دہریہ کی نظر مین
وہ شہادت درست نہین کیونکہ وہ قدامت عالم کا قایل ہے۔ اسی بنا پر اس کی یہ تقریر ہے کہ اگر
کوئی وجود بے موجد جایز نہین تو پھر خدا کا وجود بے موجد کیون جایز ہے۔ اگر جایز ہے تو پھر انہین
چیزونکا وجود جنکو کسی نے بنتے ہوئے بچشم خود نہین دیکھا بے موجد کیون نہ مانا جائے۔ اب ہم
کہتے ہین کہ وجود قدیم حضرت باری مین تب ہی دہریہ کو ایک قیاس پرست کے ساتھ نزاع
کرنے کی گنجایش ہے کہ مخلوقات پر نظر کرنے سے واقعی شہادت صانع عالم پر پیدا نہین
ہوتی۔ یعنی یہ ظاہر نہین ہوتا کہ فی الحقیقت ایک صانع عالم موجود ہے بلکہ صرف اسقدر ظاہر ہوتا

ہے کہ ہونا چاہئے اور اسی وجہ سے امر معرفت صانع عالم کا صرف قیاسی طور سے دہریہ مشتبہ ہوجاتا ہے. عقل صرف موجود ہونے کی ضرورت کو ثابت کرتی ہے۔ خود موجود ہونا ثابت نہیں کرسکتی اور کسی وجود کی ضرورت کا ثابت ہونا شے دیگر ہے اور خود اس وجود ہی کا ثابت ہوجانا یہ اور بات ہے پس جس کے نزدیک معرفت الہی صرف مخلوقات کے ملاحظہ تک ہی ختم ہے اسکے پاس اقرار کرنے کا کوئی سامان موجود نہیں کہ خدا فی الواقع موجود ہے بلکہ اسکے علم کا اندازہ صرف اسقدر ہے کہ ہونا چاہیئے اور وہ بھی تب کہ جب دہریہ مذہب کی طرف نہ جھک جائے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ان میں سے محض قیاسی دلائل کے پابند رہے انہوں نے بڑی بڑی غلطیاں کیں۔ وہ اٹکلوں پر اپنا کام چلاتے رہے اور خدا کو موجود فی الحقیقت یقین کرنا انہیں نصیب نہ ہوا بلکہ ان کی عقل نے اگر بہت ہی ٹھیک ٹھیک دوڑ کی تو فقط اسقدر کہ ایک صانع کے موجود ہونے کی ضرورت ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس ادنے خیال میں بھی ہریون کی طرح ان کو شکوک اور شبہات ہی پڑتے رہے۔ اور طریقہ حقہ پر ان کا قدم نہیں پڑا۔ بعض خدا کے مدبر یا باارادہ ہونیسے انکاری رہے۔ بعض اسکے ساتھ شبو لے کرنے بیٹھے۔ بعض نے جمیع ارواح کو خدا کی طرح قدیم ٹھیرایا جنکے وارث اب تک آریہ سماج والے چلے آتے ہیں۔ بعض نے ارواح الساہیہ کی بقا کو اور جزا و سزا کو تسلیم نہ کیا۔ بعض نے زمانہ کو ہی خدا کی طرح مؤثر حقیقی قرار دیدیا۔ بعض نے خدا کے عالم بالجزئیات ہونیسے منہ پھیر لیا۔ بعض بتوں پر ہی قربانیاں چڑھاتے رہے اور بعض دیوتاؤں کے آگے ہی ہاتھ جوڑتے رہے اور بہتیرے بڑے بڑے حکیم خداوند تعالے کے وجود سے ہی منکر رہے۔ اور کوئی ان میں ایسا نہ ہوا کہ ان تمام مفاسد سے بچ جاتا۔ پس مجرد ملاحظہ مخلوقات سے ہرگز یقین کامل حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ کبھی کسی کو ہوا ہے بلکہ جسقدر حاصل ہوسکتا ہے اور شاید بعضوں کو ہوا ہو وہ اسی قدر ہے جو ہونا چاہئے کا مصداق ہے اور یہ بھی وجود صانع عالم کی بابت ہے اور جزا سزا وغیرہ میں تو اتنا بھی نہیں۔ اور جبکہ مخلوقات پر نظر ڈالنے سے یقین کامل حاصل نہ ہوسکا تو دو باتوں میں سے ایک بات ماننی پڑی۔ یا تو یہ کہ خدا نے یقین کامل تک پہونچانے کا ارادہ بھی نہیں کیا اور یا یہ کہ ضرور اس نے یقین کامل تک پہونچانے کے لئے کوئی ذریعہ رکھا ہے۔ لیکن امر اول الذکر تو بدیہی البطلان ہے اور کسی عاقل کو اسکے باطل ہونے میں کلام نہیں۔ امر دویم کے قرار دینے کی حالت میں یعنے اس صورت میں کہ جب ہم تسلیم کریں کہ خدا نے مخلوقات کی نجات کے لئے ضرور کوئی کامل ذریعہ ٹھیرایا ہے۔ بجز اس بات کے ماننے کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ کامل ذریعہ وحی الہی ہے اور عقل نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ابھی گذر چکا ہے بذریعہ قیاسات عقلیہ کے جو کچھ خدا اور امور آخرت

کے بارہ مین سوچا جاتا ہے یا فکر کیا جاتا ہے اس سے نہ یقین کامل حاصل ہوتا ہے نہ معرفت کامل
اور جو وساوس قیاس پرستون کے دل مین کھٹکتے رہتے ہین ان کا تدارک بجز الہام کے ہو ہی
نہین سکتا- اگر نیچر سے اسقدر سمجھا بھی گیا کہ عالم کا ایک صانع ضرور چاہئے- لیکن اسکا بیان
کرنے والا کون ہے کہ وہ صانع ہے بھی - ہان یہ سچ ہے کہ عمارت کو دیکھ کر معمار پہ یقین آسکتا ہے
پر وہ یقین عادی طور پر ہم کو حاصل ہے کیونکہ جیسے ہم عمارتون کو دیکھتے ہین لیکن زمین آسمان کے
بنانے والے کو کون دکھاوے- اس کا تو تب ہی پورا پورا یقین آوے کہ جب معمارون کی طرح اس کا
بھی کچھ پتہ لگے- اگر عقل نے گواہی بھی دی کہ کوئی اس عالم کا بنانیوالا چاہئے تو وہی عقل پھر
آپ ہی حیرت کے دریا مین ڈوبے گی- اگر یہ خیال سچا ہے تو پھر اس صانع کا آجتک کوئی پتہ
بھی تو لگا ہوتا- پس اگر عقل نے صانع کے وجود کیطرف کسیقدر رہبری بھی کی تو پھر دیکھنا چاہئے
کہ رہزن بھی تو وہی عقل ہوئی- کسی کو دہریہ بنایا کسی کو طبعیہ- کوئی کسیطرف جھکا اور کوئی کسی طرف
بھلا فقط عقلی خیال سے کہ جس کی تصدیق کبھی نہین ہوئی اور نہ آیندہ کبھی ہوگی- یقین کیونکر
آوے- اگر عقل نے قیاس بھی دوڑایا کہ بنانیوالا ضرور چاہئے- تو اب کون ہے کہ ہمین پوری
پوری تسلی دے کہ اس قیاس مین کچھ دھوکا نہین- اور اس سے زیادہ اگر ہم غور بھی کرین
تو کیا کرین اگر عقل سے ہی پورا پورا کام نکلتا ہے تو پھر کیون عقل ہمین راستے مین چھوڑ کر آگے
چلنے سے انکار کرتی ہے- کیا مرتبہ اعلے ہماری معرفت اور خدا شناسی کا یہی ہے کہ ہم صرف اتنے
پر ہی کفایت کرین- کہ کوئی بنانیوالا چاہئے کیا ایسے اٹکل پچو خیال سے ہم اس خوشحالی دائمی کے
وارث ہو سکتے ہین کہ جو کامل الیقین اور کامل المعرفت لوگون کے لئے تیار کیگئی ہے- جس یقین کامل
کے لئے ہماری روح تڑپتی ہے اگر وہ صرف عقل سے ہم کو ملجاتا تو پھر یہ قول بھی ہمارا اچھا ہوتا
کہ اب ہمین الہام کی کچھ حاجت نہین- ہم اپنے مطلب کو پہونچگئے- لیکن جب بیمار ہو کر پھر بھی
علاج کے متلاشی نہ ہون اور صحت کامل کے وسائل طلب نہ کرین تو یہ ہماری بدبختی کی نشانی ہے

خوب سوچ کر دیکھ لو کہ الہام کے بغیر نہ یقین کامل ممکن ہے نہ غلطی سے بچنا ممکن- نہ توحید
خالص پر قائم ہونا ممکن ہے- نہ جذبات نفسانیہ پر غالب آنا جز امکان مین داخل ہے- وہ
الہام ہی ہے جسکے ذریعہ سے خدا کی نسبت ہستی کی دھوم مچی ہوئی ہے اور تمام دنیا ہست
ہست کرتی اسکو پکار رہی ہے- وہ الہام ہی ہے جو ابتدا سے دلون مین جوش ڈالتا آیا کہ خدا
موجود ہے- وہ الہام ہی ہے جس سے پرستارونکو پرستش کی لذت آتی ہے اور ایماندارونکو
خدا کے وجود اور عالم آخرت پر تسلی ملتی ہے- وہی ہے جس سے کروڑہا عارفون نے بڑی
استقامت اور جوش محبت الہٰیہ سے اس مسافرخانہ کو چھوڑا- وہی ہے جس کی صداقت پر

ہزارہا شہیدون نے خون سے مہرین کر دین۔ ہان وہی ہے جس کی قوت جاذبہ سے بادشاہون نے فقر کا جامہ پہن لیا۔ بڑے بڑے مالدارون نے دولتمندی پر درویشی اختیار کر لی۔ اسی کی برکت سے لاکھون اُمی اور ناخواندہ اور بوڑھی عورتون نے بڑے پرجوش ایمان سے کوچ کیا۔ وہی ایک کشتی ہے جسنے بارہا یہ کام کر دکھایا کہ بیشمار لوگونکو ورطہ مخلوق پرستی اور بدگمانی سے نکالکر ساحل توحید اور یقین کامل تک پہنچا دیا۔ وہی آخری دم کا یار اور نازک وقت کا مددگار ہے۔ لیکن فقط عقل کے پردہ سے جسقدر دنیا کو ضرر پہنچا وہ پوشیدہ نہین۔ کس نے افلاطون اور اسکے توابع کو خدا کی خالقیت سے منکر بنایا۔ کس نے جالینوس کو روحون کے باقی رہنے اور جزا سزا کے بارہ مین شک مین ڈالدیا۔ کس نے تمام حکیمون کو خدا کے عالم بالجزئیات ہونے سے انکاری کیا۔ کس نے بڑے بڑے فلاسفرون سے بت پرستی کرائی۔ کیا یہی عقل نہین تھی جس کے ساتھ الہام نہ تھا۔

یہ شبہ پیش کرنا کہ بہت سے لوگ الہام کے تابع ہوکر بھی مشرک بن گئے نئے نئے خدا بنالئے درست نہین۔ کیونکہ یہ خدا کے سچے الہام کا قصور نہین بلکہ ان لوگون کا قصور ہے جنہون نے سچ کے ساتھ جھوٹ ملا دیا اور خداپرستی پر ہوا پرستی کو اختیار کرلیا۔ پھر بھی الہام الٰہی ان کے تدارک سے غافل نہین رہا۔ اور ان کو فراموش نہین کیا۔ بلکہ جن جن باتون مین وہ حق سے دور پڑ گئے دوسرے الہام نے ان کی اصلاح کی اور اگر یہ کہا جائے کہ عقل کا بگاڑ بھی نیم عاقلون کا قصور ہے نہ عقل کامل کا قصور۔ تو یہ قول صحیح نہین۔ ظاہر ہے کہ عقل اپنے اطلاق اور کلیت کے مرتبہ مین تو کوئی کارروائی نہین کر سکتی۔ کیونکہ اس مرتبہ مین وہ ایک کلی ہے۔ اور کلی کا وجود بجز وجود افراد متحقق نہین ہو سکتا۔ بلکہ کیفیت اس کی بذریعہ افراد کے معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ایسا فرد کامل کون دکھا سکتا ہے جسنے فقط عقل کا تابع ہوکر اپنے خودتراشیدہ عقائد مین غلطی نہین کی۔ الٰہیات کے بیان مین کبھی ٹھوکر نہین کھائی۔ ایسا عاقل کہان ہے جسکا یقین وجود صانع عالم اور جزا سزا وغیرہ امور معاد پر ہستے کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہو جس کی توحید مین شرک کی کوئی رگ باقی نہ رہی ہو۔ جسکے جذبات نفسانیہ پر رجوع الی اللہ غالب آگیا ہو بلکہ خود حکما کا اقرار ہے کہ انسان مجرد عقل کے ذریعہ سے الٰہیات کے مسائل مین مرتبہ یقین کامل تک نہین پہنچ سکتا بلکہ صرف ایک مشتبہ اور مظنون رائے کا مالک ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک کسی کا علم مشتبہ اور مظنون ہے اور مرتبہ یقین سے متنزل اور فروتر۔ تب تک غلطی کر نیسے اسکو امن حاصل نہین جیسے اندھے کو راستہ بھولنے سے۔ اور یہ خیال کرنا کہ مجرد عقل سے غلطیان تو ہو جاتی ہین۔ پر وہ مکرر سہ کرر نظر سے رفع بھی ہو جاتی ہین یہ بھی غلطی ہے کیونکہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہین کہ عقل انسانی سے امور ماوراء المحسوسات مین بوجہ نقصان مرتبہ بصیرت کامل کبھی نہ کبھی اور کہین نہ کہین غلطی ہو جانا

ایک امر لازمی ہے جس سے کسی عاقل کو انکار نہین لیکن ہر ایک غلطی پر متنبہ ہو جانا اور اس کی
اصلاح کر لینا لازمی امر نہین۔ پس ظاہر ہے کہ لازمی کا تدارک غیر لازمی سے ہمیشہ اور ہر حال
مین ممکن نہین بلکہ غلطی لازمی کی اصلاح وہی شے کر سکتی ہے جس کو بمقابلہ اسکے صحت و راستی
لازم ہو۔ جس مین ذٰلک الکتاب لاریب فیہ کی صفت پائی جائے +

اور یہ بات کہ کیون توحید خالص الہام الہی کے بغیر حاصل نہین ہو سکتی اور کیون الہام کا
فکر شرک کی آلودگی سے پاک نہین ہوتا۔ خود توحید کی حقیقت پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے
کیونکہ توحید اس بات کا نام ہے کہ خدا کی ذات اور صفات کو شرکت بالغیر سے منزہ سمجھین اور جو کام
اس کی طاقت اور قوت سے ہونا چاہیئے وہ کام دوسرون کی طاقت سے انجام پذیر ہوتا روا
نہ رکھین۔ اسی توحید کے چھوڑنے سے آتش پرست بت پرست وغیرہ وغیرہ مشرک کہلاتے ہین۔
کیونکہ وہ اپنے بتون اور دیوتاؤن سے ایسی ایسی مرادین مانگتے ہین جنکا عطا کرنا صرف خدا کے
ہاتھ مین ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو لوگ الہام سے انکاری ہین وہ بھی بت پرستون کی طرح خدا کی صفتون سے
مخلوق کا متصف ہونا اعتقاد رکھتے ہین۔ اور اس قادر مطلق کی طاقتون کا بندون مین پایا جانا مانتے
ہین۔ کیونکہ انکا یہ خیال ہے کہ ہم نے اپنی عقل ہی کے زور سے خدا کا پتہ لگایا ہے اور ہمین انسانون کو
ابتدا مین یہ خیال آیا تھا کہ کوئی خدا مقرر کرنا چاہیئے۔ اور ہماری ہی کوششون سے وہ گوشہ گمنامی
سے باہر نکلا۔ شناخت کیا گیا۔ معبود خلایق ہوا۔ قابل پرستش ٹھہرا۔ ورنہ پہلے اسے کون جانتا
تھا۔ اسکے وجود کی کسے خبر تھی۔ کیا یہ اعتقاد بت پرستونکے اعتقاد سے کچھ کم ہے؟ ہرگز نہین!
اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ بت پرست لوگ اور اور چیزونکو اپنا منعم اور محسن قرار دیتے ہین اور
یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر اپنی ہی عقل کو اپنا ہادی اور محسن قرار دیتے ہین۔ بلکہ اگر غور کرین تو بت پرستون
سے بھی ان کا پلہ کچھ بھاری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگرچہ بت پرست اس بات کے تو قایل ہین کہ خدا
نے ہمارے دیوتاؤن کو بڑی بڑی طاقتین دے رکھی ہین اور وہ کچھ نذر نیاز لیکر اپنے پوجاریون
کو مرادین دیدیا کرتے ہین لیکن ابتک انہون نے یہ رائے ظاہر نہین کی کہ خدا کا پتہ انہین دیوتاؤن
نے لگایا ہے اور یہ نعمت عظمےٰ وجود حضرت باری کی انہین کے زور بازو سے معلوم ہوئی ہے مگر یہ بات
منکرین الہام کو ہی سوجھی کہ انہون نے خدا کی ہستی کا کھوج اپنی عقل ہی سے لگایا۔ گویا خدا کا احسان
تو ان پہ کیا ہونا تھا ایک طور پر انہین کا احسان خدا پر ہے۔ کہ اس بات کی پختہ خبر ملنے کے بغیر کہ
خدا ہے اور اس امر کا یقین کامل ہونیکے بدون کہ اس کی نافرمانی سے ایسا ایسا عذاب
اور اس کی فرمانبرداری سے ایسا ایسا انعام مل رہے گا۔ یونہی اس موہوم خدا کی فرمانبرداری
کا طوق اپنے گلے مین ڈال لیا۔ انکے نزدیک خدا ایسا کمزور اور ضعیف تھا کہ اس سے اتنا بھی

نہ ہوسکا کہ اپنے وجود کی خبر آپ دین اور اپنے عدون کے بارہ مین آپ کچھ تسلی بخشین۔ بلکہ وہ چھپا ہوا تھا انہون نے اس کو ظاہر کیا۔ وہ گمنام تھا انہون نے شہرت دی۔ وہ چپ تھا انہون نے اسکا کام آپ کیا گویا وہ تھوڑی ہی مدت سے اپنی خدائی مین مشہور ہوا ہے اور وہ بھی ان کی کوششون سے۔ ہر ایک عاقل جانتا ہے کہ یہ قول بت پرستون سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ بت پرست لوگ اپنے دیوتاؤن کو صرف اپنی نسبت منعم اور محسن قرار دیتے ہین۔ لیکن منکرین الہام کے نزدیک ان کی دیوی کا کہ عقل ہے نہ فقط لوگون پر بلکہ خدا پر بھی احسان ہے۔ جیسے کہ ظاہر ہے بقول ان کے خدا نے شہرت پائی اسصورت مین نہایت روشن ہے کہ الہام کے انکاری ہونے سے صرف ان مین یہی فساد نہین کہ خدا کے وجود پر مشتبہ اور مظنون طور پر ایمان لاتے ہین اور طرح طرح کی غلطیون مین مبتلا ہین بلکہ یہ فساد بھی ہے کہ توحید کامل سے بھی محروم اور بے نصیب ہین اور شرک سے آلودہ ہین۔ کیونکہ شرک اور کیا ہوتا ہے یہی تو شرک ہے کہ خدا کے احسانات اور انعامات کو دوسرے کیطرف سمجھا جاوے ٭

اس جگہ شاید برہمو سماج والے اور انکے ہم عقیدہ یہ جواب دین کہ ہم اپنی عقل کو بھی خدا کیطرف سے سمجھتے ہین۔ اور اسکے تفضل و احسان کے قایل ہین۔ لیکن یاد رہے کہ یہ جواب ان کا دھوکا ہے انسان کی فطرت مین یہ بات داخل ہے کہ جس چیز پر اپنے نفس کو قادر سمجھتا ہے یا جس بات کو اپنی محنت سے پیدا کرتا ہے اسکو اپنے ہی نفس کیطرف منسوب کرتا ہے۔ دنیا مین جس قدر حقوق پیدا ہوتے ہین صرف اسی خیال سے پیدا ہوتے ہین کہ ہر ایک شخص جس چیز کو اپنی سعی سے حاصل کرتا ہے اسکو اپنی ملک اور اپنا مال سمجھتا ہے صاحب خانہ اگر یہ سمجھے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ خدا کا ہے اس مین میرا حق نہین ہے تو پھر چور کو کیون پکڑے۔ اپنے مقروضون سے قرض کا مطالبہ کیون کرے۔ بلاشبہ انسان جو کچھ اپنی قوتون سے کرتا ہے اس کو اپنی ہی طرف نسبت دیتا ہے۔ خدا نے بھی دنیا کے انتظام کے لئے یہی قانون قدرت رکھا ہے۔ اسی پر ہر ایک فطرت مایل ہے۔ مزدور مزدوری کرکے اجرت پانیکا دعوے کرتا ہے نوکر نوکری بجا لا کر اپنی تنخواہ مانگتا ہے۔ ایک کا دخل بھی دوسرے کے حق پر جرم ٹھہرا دیتا ہے غرض یہ بات ہرگز ممکن نہین کہ مثلاً کوئی شخص تمام رات جاگ کر ایک اپنے ... کو اپنی آنکھون سے نکالکر جنگل مین بھوکا پیاسا رہکر شدت سردی کی تکلیف اٹھا کر اپنے کھیت مین آبپاشی کرے اور صبح خدا کا شکر ایسا ہی بجا لاوے جیسا اس حالت مین بجا لاتا کہ وہ ساری رات گھر مین آرام سے سویا رہتا۔ علی الصباح کھیت

مین جاکر اسے معلوم ہوتا کہ رات بادل آیا اور خوب بارش ہوکر جس قدر ضرورت تھی اسکے کھیت کو بھر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ جو شخص اس بات کا قایل نہین کہ خدانے انسان کو عاجز و کمزور اور ناقص اور بے علم اور مغلوب النفس دیکھکر اور سہو ونسیان مین مبتلا پاکر اس پر آپ رحمت کرکے الہام کے ذریعے سے سیدھا راستہ دکھلایا ہے بلکہ یہ خیال کرتا ہے کہ ہم نے آپ ہی محنت اور جانفشانی سے سارا کام خدا کے پتہ لگانے اور اسکے پہچاننے کا کیا ہے وہ ہرگز ہرگز خدا کی شکرگذاری مین اس شخص کے برابر نہین ہو سکتا جو یقین دلی سے اعتقاد رکھتا ہے کہ خدانے سراسر لطف و احسان سے میری کسی محنت اور کوشش کے بغیر مجھکو اپنی کلام سے سیدھے راستہ کی ہدایت کی ہے۔ مین سویا ہوا تھا خدانے ہی مجھے جگایا۔ مین مرا ہوا تھا خدانے ہی مجھے جلایا۔ مین نالایق تھا۔ خدانے ہی میری دستگیری کی۔ پس اس تمام تقریر سے ثابت ہے کہ منکرین الہام کامل توحید سے بے نصیب ہین۔ ہرگز ممکن نہین کہ ان کی روح مین سے سچے ایمانداروں کی طرح یہ آواز نکل سکے **الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ۔** سب تعریفین خدا کو ہین جسنے جنت کیطرف ہم کو آپ رہبری کی اور ہم کیا چیز تھے کہ خود بخود منزل مقصود تک پہونچ جاتے۔ اگر خدا رہبری نہ کرتا۔ ان لوگون نے خدا تعالٰے کی قدرشناسی خوب کی کہ جو صفتین اس کی طرف منسوب کرنی واجب تھین وہ اپنی عقل کیطرف منسوب کردین اور جو جلال اس کا ظاہر کرنا چاہیے تھا۔ وہ اپنے نفس کا ظاہر کیا۔ اور جو جو طاقتین اس کے لئے خاص تھین ان سب کے آپ مالک بنگئے۔ انکے حق مین خداوند کریم نے سچ فرمایا ہے **وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شئ** ۔ یعنے الہام کے منکرون نے اللہ تعالےٰ کی ذات بابرکات کا کچھ قدر شناخت نہین کیا۔ اور اس کی رحمت کو جو بندون کی ہر ایک حاجت کیوقت جوش مارتی ہے نہین پہچانا۔ تب ہی انھون نے کہا خدانے کوئی کتاب کسی بشر پر نازل نہین کی۔

مین جداً وقطعاً کہتا ہون کہ الہام کے بغیر مجرد عقل کی پیروی مین صرف ایک نقصان نہین بلکہ یہ وہ آفت ہے کہ کئی آفات اس سے پیدا ہوتے ہین۔ خداوند کریم نے جیسا ہر ایک چیز کا جوڑ باندھ دیا ہے ایسا ہی الہام اور عقل کا باہم جوڑ کیا ہے اس حکیم مطلق کا عام طور پر یہی قانون قدرت پایا جاتا ہے کہ جب تک ایک چیز اپنے جوڑ سے الگ ہے تب تک اسکے جوہر چھپے رہتے ہین بلکہ اکثر اوقات نفع کی جگہ ضرر ہوتا ہے ایسا ہی عقل کا حال ہے کہ علم دین مین اسکے نیک آثار تب مرتب ہوتے ہین جب اس کا جوڑ یعنے الہام اسکے ساتھ شامل ہوجاوے اس اکیلی عقل کے ذریعہ سے کونسی ایسی دینی صداقتین پیدا ہوئی ہین جو پہلے سے قرآن شریف مین موجود نہین۔ اگر مجرد عقل سے ایسے حقایق عالیہ نکلتے جنکا قرآن شریف مین کچھ

ذکر نہ ہوتا تب بھی ایک بات تھی۔ اور اس صورت مین کہا جا سکتا تھا کہ عقل کے ذریعے ایسی صداقتین نکلی ہین جو الہامی کتابون مین موجود نہین۔ اور اس بات سے دھوکا نہ لگے کہ عقل ایک عمدہ چیز ہے۔ ہم ہر ایک تحقیق عقل ہی کے ذریعے سے کرتے ہین۔ بلا شبہ عقل عمدہ چیز ہے لیکن اسکا جوہر تب ہی ظاہر ہوتا ہے جب وہ اپنے جوڑ کے ساتھ ظاہر ہو۔ ورنہ وہ دھوکا دینے مین دشمنون سے بدتر ہے۔ خوب سوچ لین جوڑ کسی بات کی بھی گت نہین۔ خدا نے جوڑ بھی ایک عجیب چیز بنا دی ہے۔ جہان دیکھو جوڑ ہی سے کام نکلتا ہے۔ ہم تم سب آنکھون ہی سے دیکھتے ہین پر آفتاب کی بھی ضرورت ہے۔ کانون ہی سے سنتے ہین پر ہوا کی بھی حاجت ہے۔ جس زراعت کو پانی چھو بھی نہین گیا اس کو کیونکر پھل لگے گا۔ یہ باتین ایسی نہین کہ تمہاری سمجھ سے دور ہون یہ وہی قانون قدرت ہے۔ جس پر عمل کرنے کا تمکو دعوے ہے +

اگر یہ کہا جائے کہ اگر مجرد عقل کے ذریعہ سے معرفت تام و یقین کامل میسر نہ ہو تب بھی کسی قدر معرفت تو حاصل ہوتی ہے اور وہی نجات کے لئے کافی ہے تو یہ بھی ٹھیک نہین۔ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ کسی دغدغہ کے بغیر خاتمہ نیک ہو جانا یقین کامل پر موقوف ہے اور یقین کامل خدا کی وحی کے بدون حاصل نہین ہو سکتا۔ ایسا ہی غلطیون سے بچے رہنا بجز معرفت کامل ممکن نہین۔ اور معرفت کامل بھی الہام کامل کے بغیر غیر ممکن ہے۔ پھر مجرد عقل ناقص کیونکر نجات کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ بالخصوص وہ طریقہ خدا شناسی جس کو برہمو سماج والون کی عقل عجیب نے بہ تبعیت بعض یورپ کے فلاسفرون کے پسند کیا ہے۔ ایسا خراب اور تردد انگیز ہے کہ اس سے کوئی معرفت کا مرتبہ حاصل ہونا تو کیا امید کیجائے۔ خود وہ انسان کو طرح طرح کے شکوک و شبہات مین ڈالتا ہے کیونکہ انہون نے خداوند تعالےٰ کو ایک ایسا پتلا بیجان فرض کر لیا ہے جس سے ساری عزت اور بزرگی اس کی دور ہوتی ہے اس سے ماننا پڑتا ہے کہ اول اول جب بنی آدم پیدا ہوئے محض بے عقل اور وحشیون کی طرح تھے خدا نے اپنے وجود سے کسی کو خبر نہین دی تھی۔ پھر رفتہ رفتہ لوگونکو آپ ہی خیال آیا کہ کوئی معبود مقرر کرین۔ اول پہاڑ اور درخت اور دریا وغیرہ کو جو آس پاس اور ارد گرد کی چیزین تھین اپنا خدا ٹھہرایا۔ اور پھر کچھ ذرا اوپر چڑھے تو ہوا طوفان وغیرہ کو قادر مطلق خیال کیا۔ پھر اور بھی آگے قدم بڑھا کر سورج چاند ستارونکو اپنا رب سمجھ بیٹھے اسی طرح آہستہ آہستہ غور کرتے کرتے خدا تعالیٰ کیطرف رجوع لے آئے۔ اب اس تقریر سے خدا تعالےٰ کی ہستی پر کسقدر شک پڑتا ہے اور اسکے حی و قیوم اور مدبر بالارادہ ہونے کی نسبت کیا کیا بدگمانیان پیدا ہوتی ہین کہ نعوذ باللہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ خدا نے اپنے وجود کی آپ اطلاع

نہین دی جیساکہ ایک ذاتِ موجود عالم الغیب اور قادر مطلق کا خاصہ ہونا چاہئیے بلکہ یہ سارا منصوبہ انسان ہی کا ... ہے۔ اسی کے دلمین خود بخود بیٹھے بٹھائے یہ بات گدگدائی کہ خدا مقرر کرین چنانچہ اس نے کبھی پانی کو خدا بنایا۔ کبھی درختونکو۔ کبھی پتھرونکو۔ آخر آپ ہی دلمین یہ خیال جمالیا کہ یہ چیزین خدا نہین ہین۔ خدا کوئی اور ہوگا جو ہمین نظر نہین آتا۔ کیا یہ اعتقاد انسان کو اس وہم مین نہین ڈالیگا؟ کہ اگر واقعی طور پر اس خدائے مفروض کا کچھ وجود بھی ہوتا تو وہ کبھی تو ان لوگون کی طرح جو زندہ اور موجود ہوتے ہین اپنے وجود سے اطلاع دیتا۔ بالخصوص جب اس خیال کا پابند دیکھے گا کہ خدا تعالےٰ کو ادھورا اور ناقص یا گونگا تجویز کرنا ٹھیک نہین بیٹھتا۔ بلکہ جیسے اسکے لئے دیکھنا۔ سننا۔ جاننا وغیرہ صفات کاملہ ضروری ہین۔ ایسا ہی اس مین قدرت تکلم بھی پائی جانی ضروری معلوم ہوتی ہے تو پھر اس حیرت مین پڑے گا کہ اگر کلام کرنے کی قدرت بھی اُسمین پائی جاتی ہے تو اسکا ثبوت کہان ہے۔ اور اگر نہین پائی جاتی تو پھر وہ کامل کیونکر ہوا۔ اور اگر کامل نہین تو پھر خدا بننے کے کیونکر لایق ٹھہرا۔ اور اگر اسکا یہہ گونگا ہونا جائز ہے تو پھر کیا وجہ کہ بہرا ہونا یا اندھا ہونا جائز نہین۔ پس وہ ان شبہات سے صرف الہام پر ایمان لاکر نجات پائیگا۔ ورنہ جیسے ہزارہا فلاسفر دہریہ پن کے گڑھے مین گر کر مر گئے ایسا ہی وہ بھی گر کر مریگا۔ اب ہر ایک منصف آپ ہی انصاف کرے کہ کیا یہ اعتقاد خدا سے انکار کرانے کی بیڑی جمانیوالا ہے یا نہین۔ کیا جس شخص کی نظر مین خدا ایسا کمزور ہے کہ اگر منطقی لوگ پیدا نہ ہوتے تو وہ ہاتھ ہی سے گیا تھا اسکے ایمان کا بھی کچھ ٹھکانہ ہے۔ نادان لوگ نہین سمجھتے کہ خدا تو اپنی تمام صفتونکے ساتھ بندونکا پرورندہ ہے۔ نہ بعض صفتونکے ساتھ۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ بعض صفات کاملہ اسکے بندونکے کسی کام نہ آوین۔ کیا اس سے زیادہ تر کوئی اور کفر ہوگا کہ یہ کہا جاوے کہ وہ پورا رب العالمین نہین ہے بلکہ آدھا یا تیسرا حصہ ہے + (باقی آیندہ)

مذہب عیسوی مین تزلزل

عیسائی عقائد کی ترمیم کے سوال پر عرصہ سے عیسائی دنیا توجہ کر رہی ہے اور مذہب عیسوی کے بڑے بڑے حامیون کو اس کی فکر لگی ہوئی ہے۔ کثرت رائے اسی طرف ہے کہ عیسائی عقائد مین تبدیلی ہونی چاہیئے اگرچہ اسقدر اخلاقی جرائت ابھی کم پائی جاتی ہے

کہ مردانہ ہمت سے پرانے عقائد کے پھٹے ہوئے کپڑوں کو اتار کر بلا خوف لومۃ لائم پھینک دیا جاوے اور برعکس اس کے ابھی تک وہ لوگ بھی پادریوں مین موجود ہین جن کی رائے کا رجحان اسی طرف ہے کہ خواہ انکے باپ دادونکے عقاید کیسے ہی لغو اور بھدے ثابت کرکے کیون نہ دکھائے جاوین وہ انہی پر جمے رہین گے۔ عیسائی عقائد مین یہ تنزلزل جو ان کی تباہی کی یقینی علامت ہے۔ صرف عیسائی ممالک سے ہی مختص نہین بلکہ ہمارے ملک ہندوستان مین بھی اب کھلے طور پر اس مضمون پر بحث ہو رہی ہے اور بعض صاف گو عیسائی صریحًا اس ضرورت کو محسوس کر رہے ہین کہ پرانے عقاید مین بڑی بھاری ترمیم ہونی چاہئے ہم وقتاً فوقتاً ایسے مباحثات کی کیفیت اس رسالے مین ہدیہ ناظرین کرتے رہے ہین اور انکے نتائج سے بھی ان کو مطلع کرتے رہے ہین کہ کیونکر پرانے عقاید بتدریج مٹتے جاتے اور ان کی بجائے نو ساختہ عقاید داخل ہوتے جاتے ہین اور اس طرح پر عیسائی مذہب مین ایک انقلاب عظیم واقع ہو رہا ہے۔ ایک نئی روک جو عیسائی مذہب کی ترقی مین اس وقت پیش آئی ہے یہ ہے کہ باوجود ہر طرح کے حیلون اور کروڑون روپیہ کے خرچ کے عیسائی مذہب کوئی معتد بہ ترقی کرتا نظر نہین آتا ہے بلکہ بمقابلہ ایسی کوششونکے دن بدن ناکامی کی تصویر زیادہ نمایان ہوتی جاتی ہے اور جو کوئی نئے بپتسمہ پانے والے ہوتے بھی ہین وہ عمومًا اس ملک کے باشندون کے ادنےٰ ترین طبقات مین سے ہوتے ہین کچھ مدت تک تو پادری صاحبان یہ کہکر اہل ملک کو خوش رکھتے رہے کہ ان کی کوششین یک مرتبہ ہی بارآور ہوکر عیسائی مذہب عالمگیر مذہب ہوجائے گا مگر آخر کار یہ راز طشت از بام ہو گیا ہے۔ اور اب حامیان مذہب عیسوی ان اسباب کی تلاش مین ہمہ تن مصروف ہین جو اس کی اس عدم قبولیت کے وجوہ قرار دئے جاسکتے ہین۔ گذشتہ اشاعت مین بھی ہم نے بعض ایسے پیش کردہ اسباب پر بحث کرکے یہ دکھایا تھا کہ اصلی اور حقیقی سبب عیسائی مذہب کی عدم قبولیت کا وہی ہے جو خود عیسائی ممالک مین اس کے زوال کا باعث ہو رہا ہے یعنے خود عیسائی عقائد کی کمزوری اور بودا پن۔ عملی طور پر اسی رائے کی تائید پادری پی لوکاس صاحب کا وہ لیکچر کرتا ہے جو انہون نے بمقام ڈائیکنال ایس۔ آئی۔ ایم۔ اے کانفرنس کے موقعہ پر اس مضمون پر دیا ہے کہ کیونکر مغربی عیسائیت ہندوستان کے مناسب حال کی جاسکتی ہے۔ پادری صاحب نے ایسے صاف الفاظ مین جس سے زیادہ صاف الفاظ کی ایک پادری سے امید نہین ہوسکتی اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ جس صورت مین مذہب عیسوی مغربی ممالک مین رائج ہے وہ ہندوستان کے ہرگز مناسب حال نہین چنانچہ لیکچرار کہتا ہے ہندوستان نے ہمارے مغربی

مسائل کی ضرورت نہین ہے بلکہ ان مشرقی واقعات کی ضرورت ہے جن کی بنیاد پر ہم نے مسائل بنائے ہین۔ مین خوب جانتا ہون کہ مسائل مین اور ان واقعات مین جن کی بنیاد پر وہ مسائل تراشے گئے ہین۔ تفریق کرنا اور پھر ساتھ ہی انجیل کا واعظ بھی رہنا ایک سخت مشکل امر ہے"۔ اور پھر آگے چلکر یون بیان کرتا ہے"وہ چیز جو انسان کی گناہ کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی روح کو آرام اور تسکین دینے والی ہے وہ نہ تو ہمارے دقیق اور بڑی محنت سے بنائے گئے ہوئے کفارے کے مسائل ہین اور نہ ہماری بڑی احتیاط سے گھڑی ہوئی نجات کی تجاویز ہین بلکہ وہ خدائی محبت ہے جو مسیح کے مرتے ہوئے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے جس...... غیر مسیحی ملک مین مسائل ہمارے پاس موجود ہین ہمین یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ عیسائی مذہب کے واقعات ان مسائل کی نسبت جو انہین کی بنیاد پر بنائے گئے ہین بہت زیادہ ضروری ہین۔ اور اس لئے ہمین کھلے دل سے تیار ہونا چاہیئے کہ ہندؤون کو ہم اس معاملہ مین پوری پوری آزادی دین کہ وہ اپنے لئے خود مسائل تجویز کرین اور اپنا علم الٰہی خود ہی بنالین"۔

ان عبارتون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کفارہ اور عیسائی مذہب کے مطابق نجات کا مسئلہ محض انسانون کے تجویز کردہ مسائل ہین جن کو گو مغربی دنیا نے ایک مدت تک قبول کر رکھا تھا۔ لیکن اگر عیسائی مذہب ہندوستان مین رائج ہو سکتا ہے تو ان مسائل کو جو عیسائیت کے شہتیر سمجھے جاتے ہین خیرباد کہکر ان کی بجائے کوئی اور مسائل قایم کرنے پڑینگے گویا مذہب عیسائی کی بنیادون کو جڑسے اکھاڑ کر اور اسکو ان تمام مسائل سے الگ کر کے جو اسکے اصل اصول اور شہتیر سمجھے جاتے ہین یعنے کفارہ اور نجات ~~پھر بھی عیسائی مذہب ویسے کا ویسا ہی قایم رہ سکتا ہے~~ اس سے بڑھکر حیرت مین ڈالنے والا امر انسان کے لئے کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن پادری لوکاس ہمین یقین دلاتا ہے کہ عیسائیت باوجود اس بربادی کے پھر بھی عیسائیت ہے اور اپنے اس قول کو ہی اس دعوے کے لئے کافی دلیل سمجھتا ہے۔

عیسائی عقائد پر یہ بے اطمینانی کی حالت کسی خاص ملک یا قوم سے مخصوص نہین بلکہ تمام عیسائی دنیا مین ایک کھلبلی مچ رہی ہے اور ایک عام شور اٹھا ہوا ہے۔ مغربی دنیا مین یہ نئے عقائد کھلے طور پر ممبرون پر چڑھ کر بیان کئے جاتے ہین اور مشرق مین جہان انجیل کے واعظ عیسائیت کی منادی کے لئے بھیجے جاتے ہین خود ان واعظون کو کھلے طور پر یہ کہدینے مین کچھ تامل نہین ہے کہ مشرق اپنے لئے عیسائیت کی ایک نئی

صورت قائم کر سکتا ہے جس کا مغربی عیسایئت کے ساتھ سوائے نام کے اور کچھ اشتراک نہ ہو نہیں بلکہ اس امر کی کھلے لفظوں مین ترغیب دیجاتی ہے کہ عیسائی عقاید کو رد کر کے عیسائی نام کو قبول کر لیا جاوے ہم اس بات پر اعتراض نہین کرتے کہ کیون گرگٹ کی طرح عیسائی مذہب رنگ بدل رہا ہے کیونکہ جب عقائد کے ایک خاص مجموعہ پر جنکو حضرت عیسے سے کچھ تعلق نہین اس نام کا اطلاق ہو سکتا ہے تو کسی اور مجموعہ عقاید پر بھی ایسا اطلاق ناجایز نہین۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر ہم اس کی سخت ضرورت کو تسلیم کرتے ہین جو مختلف ممالک اور مختلف زمانون مین اپنے اصول کو تبدیل کرنیکے لئے اسے پیش آتی ہے کیونکہ جیساکہ عیسائی خود تسلیم کر چکے ہین اسکے اصول کا بڑا اور اصلی حصہ جسکو ساری عمارت کی بنیاد کہنا چاہئیے ایک روحانیت سے بے بہرہ اور روحانی طور پر تاریک زمانے کے انسانی خیالات۔ انسانی ذہانت اور انسانی تجربہ کا نتیجہ ہے۔ جیساکہ پادری لوکاس بھی کہتا ہے "ہماری مغربی عیسایئت کیسی نادار اور حقیر ہوتی اگر اسکی زندگی اور خیال کے صحیح ترجمہ کیلئے روم۔ اور یونان اور جرمنی کے علوم کے سر چشمو نسے مالامال کر دینے والی مدد نہ ملتی۔ اس مضمون پر کسی طویل بحث کی ضرورت نہین کیونکہ ہر ایک تاریخدان اس امر سے بخوبی واقف ہے۔ مین صرف اسکو اس امر واقع کے زیادہ موکد کرنیکے لئے بیان کرتا ہون کہ ہماری مغربی عیسایئت مذہب عیسوی کی ایک خاص صورت ہے جس نے اپنا موجودہ رنگ اور شکل اپنے گرد و نواح کے حالات سے حاصل کئے ہین اور نیز اس امر پر زور دینے کیلئے بھی بیان کرتا ہون کہ جو کچھ مغرب مین واقع ہوا ہے اسی کے مشرق مین واقع ہونیکی بھی امید رکھنی چاہئیے"۔ اور پھر کہتا ہے "مسیح کی ذات ایک چیز ہے اور ہمارا اسکے متعلق ناقص اور ادھورا بیان الگ شئے ہے۔۔۔۔ جب ہم اسکے لئے اپنے چھوٹے چھوٹے سلسلون مین ایک جگہ تجویز کر چکتے ہین اور اسکی زندگی اور افعال کو اپنے خام تعلیمو نمین بیان کر چکتے ہین تو کتنی جلدی ہمین پتہ لگ جاتا ہے کہ ہمارے عقاید کے سلسلے قبرین ہین اور ہماری تعلیمین کفن کے سڑے ہوئے کپڑے جب ایک نیئے دن کی روشنی پھوٹتی ہے تو یہ ہمارے پاس ان لوگون کی خبر پہونچاتی ہے جنہون نے سویرے سویرے ہی جاکر اس قبر کو دیکھا ہے کہ خداوند تو وہان نہین (یعنی ان ہمارے عقائد کی قبر مین خدا کا پتہ نہین ملسکتا۔) اور ہمارے عقاید کے سلسلون کی اصلی محرومیت اور ہمار اعقاید کے پھٹے ہوئے کپڑونکو احتیاط سے الگ کر دینا اس اطلاع کی صداقت پر مہر لگا دیتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ مین اس بات پر زور دے رہا ہون کہ ہمارا کام صرف مسیح کا وعظ کرنا اور مسیح مصلوب کو پیش کرنا ہو اس سے آگے ہم کچھ نہین کہتے بلکہ خود ہندوستان پر ہی چھوڑتے ہین کہ جس قسم کا علم الٰہی وہ ان واقعات کی بنا پر بنانا چاہے بنائے"۔ پادری لوکاس کی تقریر کے اس حصہ سے جو اوپر نقل کیا گیا ہے صاف پایا جاتا ہے کہ عیسائ

مذہب کے وہ تمام اہم اور بنیادی عقاید جیسے تثلیث۔کفارہ۔دوبارہ جی اٹھنا۔آسمان پرچڑھنا وغیرہ جواتبک عیسائی مذہب کا مغز اور اسکے بنیادی پتھر سمجھے جاتے تھے وہ سب کے سب انسانونکے تجویز کردہ مسایل ہین جنکے بنانے مین یونانی اور رومی فلسفہ سے بڑی بھاری مددلیگئی ہے اور اسلئے ایک آدمی جوان تمام عقاید کوانسانی بدعات سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے اور صرف اسقدر تسلیم کرتا ہے کہ مسیح تھا اور وہ مصلوب ہوا نہ صرف عیسائی کہلا سکتا ہے بلکہ اس عیسائی سے بدرجہا بہتر ہے جو عیسائیت کو ان عقاید کے تسلیم کرنیکے ساتھ محدود کرتا ہے۔یہ تمام عقاید خدا کیطرف سے نہین اور نہ ہی ہمیشہ کیلئے قایم رہ سکتے ہین۔جو چیز انسان کی بناوٹ ہے اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ حالات کے بدلنے کے ساتھ بدلے یہ ہمارا روزمرہ کا تجربہ ہے اور عیسائیت کی بعینہٖ یہی حالت ہے۔

پس جیساکہ اوپر بیان ہوا ہے ہمارا اعتراض اس وقت ان تبدیلیون پر نہین خواہ وہ کیسا ہی انقلاب عظیم پیدا کرنے والی ہون۔جو عیسائیت مین ہو رہی ہین کیونکہ زمانہ چاہتا ہے کہ عیسائیت کے یہ اصول قایم نہ رہین۔اعتراض یہ ہے کہ باوجود ان عظیم انقلابات اور تغیرات کے جو آئے دن اس مذہب مین ہوتے ہین اسے خدا کی طرف سے کہنا اور الٰہی سرچشمہ سے نکلا ہوا قرار دینا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔اسکے عقاید انسانی خیالات کے سرچشمہ سے نکلے ہوئے ہین اور اسلئے ان خیالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ عقاید مین تبدیلی ہونی لازمی ہے اور یہی حال عیسائیت کا ہو رہا ہے۔عیسائی مذہب اس مفہوم کے لحاظ سے جواتبک اس سے سمجھا جاتا رہا ہے۔یعنی چند عقاید کا مجموعہ جو مسیح کے نام پر بنائے گئے ہین۔اور جن مین سب سے بڑے عقاید تثلیث اور کفارہ ہین عیسائی مذہب کی غذا جس نے اسکا تنہ اور شاخین پرورش پاتی رہی ہین یونانی اور رومی فلسفہ رہا ہے اور جو کچھ اس نے حاصل کیا ہے انہین ذرایع سے حاصل کیا ہے ان انسانی ذرایع سے سب سے پہلے پولوس نے فایدہ اٹھایا تاکہ یہودیو نکے ایک خاص فرقہ (یعنی عیسائیت) کے عقاید کو رومی لوگون کی ضرورتون کے مطابق کیا جاوے اور ایسا وسیع کیا جاوے کہ یہود کے سوا اور لوگ بھی اس مین داخل ہو سکین۔اس تجویز مین جو عیسائی مذہب کے اصل عقاید کو جڑ سے اکھیڑنے والی تھی۔مسیح کے حواریون نے پولوس کی سخت مخالفت کی اسجگہ یہ امر بھی بیان کرنیکے قابل ہے کہ وہ عیسائیت جس کی مسیح تعلیم دیتا تھا۔بلکہ اسے یہودیت ہی کہنا چاہئے۔کیونکہ یسوع نے جس فرقہ کی بنیاد رکھی تھی وہ اصولاً یہودی مذہب کی ایک شاخ تھا اور کبھی الگ مذہب کی حیثیت مین نہین مانا گیا تھا بلکہ ہمیشہ یہودیون کا ایک فرقہ مثل دوسرے فرقونکے سمجھا گیا۔اصلی عیسائی مذہب کی یہی تعلیم تھی کہ اسکے پیرو حضرت موسےٰ کی شریعت کی

پورے طور پر تابعداری اختیار کرین۔ صرف مسیح کے اقوال ہی اس امر کے مؤید نہین ہین جہان
وہ کہتا ہے کہ وہ شریعت کو منسوخ کرنے نہین بلکہ پورا کرنے آیا ہی اور کہ ایک شوشہ بھی شریعت کا
ٹل نہین سکتا۔ بلکہ خود حضرت مسیح اور اس کے حواریون کے عمل سے یہی ثابت ہوتا
ہے۔ تمام حواری شریعت کی پیروی مین بہت محتاط تھے۔ اور شریعت کے ہر ایک حکم
اور ہر ایک قانون کو قابل عمل سمجھتے تھے۔ اور یہی تعلیم کہ شریعت کے احکام کو پورا کیا جاوے
وہ ان لوگون کو دیتے تھے جو اس فرقہ مین داخل ہوتے۔ وہ یروشلم مین ہی بند
رہے۔ کیونکہ یہودیون کی تمام کارروائیون کا یہی مرکز تھا۔ اور اسی جگہ اپنے
فرقہ کی تعلیم صرف یہودیون کو دیتے رہے کیونکہ اپنے اوستاد کی طرح نہین چاہتے
تھے۔ کہ بچون کی روٹی کتون کے آگے ڈالی جاوے۔ وہ صحیح معنون مین اسرائیلی
تھے۔ اور ان کی تمام امیدین اسی ایک امر پر موقوف تھین کہ یہودی مذہب
آخرکار ان تمام موعود فتوحات کو اس مسیح کے ذریعہ سے جسے انہون نے سچا
تسلیم کر لیا تھا حاصل کریگا اور اس لئے ان کی تمام کوششین اسی ایک غرض
کے حاصل کرنے کے لئے تھین۔ درحقیقت یہودیت کے انجام کار غالب ہونے
پر انہین اس قدر پختہ یقین تھا کہ مسیح کو قبول کرنا بھی اسی ایک غرض سے تھا کیونکہ
ان کو یہی یقین دلایا گیا تھا کہ مسیح کے آنے سے یہودی مذہب کل دنیا پر غالب آئیگا
اور یہ ان کی زندگی کی بڑی آرزو اور ان کی بڑی بڑی امیدون کے لئے جولانگاہ
تھا۔ ان حالات کے ماتحت اور بغیر اس کے کہ عیسائی مذہب یہودیون کے دائرہ سے نکلکر
کوئی فتوحات حاصل کرتا ممکن معلوم ہوتا تھا۔ ایک انسان اٹھا جو حواریون مین سے نہ تھا مگر اس نے
ظاہر یہ کیا کہ گویا وہ مسیح [illegible] بذریعہ ایک مکاشفہ کے حواری مقرر کیا گیا ہے اس کی بلند
ہمت اور محنت پسند طبیعت عیسائیت کی اس تدریجی ترقی سے جو یہودیون کے درمیان اسے
حاصل ہو رہی تھی خوش نہ ہو سکتی تھی اور اسکے ذہین دماغ کو وہ بات سوجھی جو مسیح کو بھی نہ سوجھی
تھی یعنی یہ کہ غیر یہودی اقوام کو عیسائی مذہب مین داخل کیا جاوے اسی ذہین اور رسا طبیعت سے
اسنے یہ بھی دیکھ لیا کہ غیر یہودی اقوام کے اندر عیسائیت صرف اسی صورت مین مفید ہو سکتی
ہے کہ ان اصولون مین جو کہ تعلیم مسیح سے دی گئی اور جن پر اسکے حواری قائم تھے ترمیم و تنسیخ
کیا جاوے یہ دیکھ کر کہ شریعت موسوی کے احکام پر تو غیر یہودی اقوام عمل نہین کر سکتے
تھے۔ اور یہ خیال کر کے کہ میری غرض نیک ہے اور خواہ وہ کسی ذریعہ سے پوری ہو سکے
پوری کرنی چاہیئے (یہ موقعہ نہین کہ ہم اس کی نیک نیتی پر کوئی اعتراض کرین) اس نے

ایک ایسے عیسائی مذہب کی تعلیم دینی شروع کی جو کبھی حضرت مسیح کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا یعنی شریعت اور اس کے تمام احکام اور پابندیوں کو منسوخ کر کے عیسائیت کی کایا پلٹ دی اور شریعت کے جا بجا ایسے عقاید تجویز کئے جو اُس کے اپنی ذہین طبیعت کی ایجاد تھے اور جو رومی اور یونانی فلسفہ کے مطابق تھے۔ عیسائیت کے اصل عقائد اور بنیادی اصول پر یہ تباہی افگن حملہ حضرت مسیح کے حواری خاموشی سے برداشت نہ کر سکتے تھے۔ وہ بہت ڈر گئے اور یروشلم سے چند ایلچی پولوس کے پاس بھیجے جنہوں نے جاتے ہی عیسائیت کے نومریدوں کو یہ سمجھایا کہ عیسائی مذہب میں داخل ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کے تمام احکام کی پیروی کی جاوے اور بغیر شریعت پڑھنے کے نجات کا ملنا محال تھا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ حضرت مسیحؑ کے حواریوں اور پولوس میں اس امر کے متعلق سخت فساد ہوگیا اور ایک پُرجوش مباحثہ شروع ہوا۔ حواریوں نے اس بات سے انکار کیا کہ پولوس کو اپنے آپ کو حواری کہنے کا کوئی حق ہے یا یہ کہ وہ عیسائی مذہب کے اصولی عقاید میں کوئی ترمیم و تنسیخ کر سکتا ہے۔ پولوس کا بالمقابل یہ جواب تھا کہ مسیحؑ نے خود اُسے حواری مقرر کیا ہے اور غیر یہودی اقوام کو وعظ کرنیکا اور اُنہیں عیسوی مذہب میں داخل کرنے کا اُسے حکم دیا ہے۔ اس وقت تک پولوس بڑی بھاری کامیابی حاصل کرچکا تھا اور حواریوں نے سمجھ لیا کہ اُس کی ترقی کو روکنا قریباً ناممکن ہے برعکس اس کے اس فرقہ کی ترقی یہودیوں کے درمیان بہت ہی کم تھی اور مرور زمانہ سے مسیح کے متعلق اُن کی رہی سہی امیدیں بھی کہ میں جلدی واپس آؤں گا اور یہ کروں گا اور وہ کروں گا اور بنی اسرائیل کے باراں تخت قائم کروں گا۔ بالکل ٹوٹ گئیں اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ یسوع کے ذریعہ یہودیوں کا کامیاب ہونا ناممکن تھا اس لئے وہ اس کو مسیح بھی نہ مان سکتے تھے۔ آخر کار دونوں فریق نے اس شرط پر صلح کرلی کہ پولوس صرف غیر یہودی اقوام کا رسول رہے اور موسوی شریعت کے احکام کے وہ مکلف نہ ہوں اور دوسری حواری یہودیوں کے رسول ہیں اور شریعت پر پورا پورا عمل کرنے والے ہوں۔ مگر پولوس ایسا آدمی نہ تھا جو کسی شرط سے مقید ہو سکے چنانچہ اس صلحنامہ کے بعد پھر اُس نے شریعت کی قطعی منسوخی کا اعلان کیا کیا یہودیوں کے لئے اور کیا غیر یہودیوں کے لئے اور شریعت کی بجائے یہ امر قایم کیا کہ نجات مسیح کے خون سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے کہ عیسائی مذہب کے اصل اور بنیادی عقائد کو اس طرح پر ترک کرنے میں پولوس کو خدا کی طرف سے کوئی سند نہیں ملی تھی بلکہ اُس نے ایک ضرورت سمجھ کر اپنی ہی ذہانت سے یہ عقیدہ گھڑ لیا تا غیر یہودی اقوام کثرت سے اس نئے مذہب میں داخل ہوں اور صرف اسی غرض کے لئے اصل مذہب سے ارتداد کیا۔ آہستہ آہستہ یہ نیا مذہب جس کا

قبول کرنا نہایت آسان تھا کیونکہ ایک لفظ کے کہنے سے ہی نجات ملتی تھی دن بدن زیادہ غلبہ حاصل کرتا گیا۔ اور آخر کار اصل عقاید کا نام و نشان مٹ کر صرف یہی مذہب رہ گیا جسکو عام طور پر عیسائی مذہب کہا جاتا ہے مگر جو درحقیقت پولوسی مذہب ہے۔

پولوس کی یہ کارروائی موجودہ زمانہ کے عیسائیوں کو یہ جرأت دلاتی ہے کہ وہ بھی عیسائی مذہب کی ترقی کو رکتا دیکھکر پولوسی عقاید کی بجائے نئے عقاید عیسائی مذہب کے قایم کریں۔ مسیح نے یہ تعلیم دی تھی کہ شریعت پر چلو اور حضرت موسیٰؑ کے احکام کی پیروی کرو اور اس کے مخلص حواری اسی وصیت کے پابند رہے۔ لیکن پولوس نے دیکھا کہ ایسا مذہب کوئی بڑی ترقی نہیں کر سکتا۔ اور اس لئے عیسائیت کے نام کو رکھکر اس کی حقیقت کو بالکل بدل دیا اور اُن اصولوں کی بجائے جو مسیح نے سکھائے تھے یہ عقیدہ قایم کیا کہ مسیح کے خون پر ایمان لانے سے دنیا کے سب گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ بظاہر اس تدبیر سے بہت فایدہ حاصل ہوا لیکن درحقیقت یہ انسان کے لئے بڑے بڑے نقصان اور ضرر رسانی کا باعث ہوئی ہے۔ کئی صدیوں تک عیسائی دنیا نے اس عقیدہ پر قایم رہ کر آخر کار دیکھ لیا ہے کہ معقول پسند آدمی مسیح کے خون کے عقیدہ کو تسلیم نہیں کر سکتا اور باوجود بڑی بڑی کوششوں کے اب اس مذہب کی ترقی دوسرے ممالک میں اس قدر کم ہے کہ بمقابلہ کوششوں کے اسکو ناکامی ہی کہنا چاہیئے۔ یہ تو ہوا لیکن پولوس کی روح اب بھی عیسائیوں میں باقی ہے اور عیسائی دنیا عیسائیت کا نام زندہ رکھنے کے لئے اب ایک اور تجربہ کرنے والی ہے۔ ایک نئی تجویز پیش کی جاتی ہے جس کی مختصر سی کیفیت مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہو سکتی ہے جو ایک پادری کے لکچر سے نقل کئے گئے ہیں۔ اس لکچر میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ اس وقت عیسائی دنیا میں عام ہو رہے ہیں۔ ایک اور مثال کافی ہوگی۔ ڈاکٹر کتھبرٹ ہال جن کے لکچر تھوڑا عرصہ ہوا ہندوستان کے اکثر مقامات میں ہوئے تھے ہندوستان کے سفر میں جو جو نقش ان کے دل پر ہوئے اُن کو مختصر الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔ "اگر صرف انجیلی عیسائیت کا مغز اور روح شرقی لوگوں کے سامنے پیش کیا جاوے اور ان تمام حدود اور روکوں کو اُٹھا دیا جاوے جو مغربی مباحثا ضابطوں اور رسوم سے پیدا ہو گئی ہیں تو یقیناً خداوند کا وہ وعدہ پورا ہو جاوے گا کہ اگر میں اٹھایا جاؤں تو سب انسانوں کو اپنی طرف کھینچ لوں گا۔" وہ تمام اصول اور عقائد جو مسیح کے نام پر لوگوں میں مشہور کئے جاتے تھے مگر جو درحقیقت انسانی اختراع تھے اب اُن کی وقعت دلوں سے مٹ گئی ہے اور اب عیسائیت کا تجربہ سب سے بڑا ثبوت اس کی صداقت کا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے تو اس سے بڑھکر عیسائیت کا کوئی تجربہ نہیں دیکھا کہ عیسائی عقیدہ انسانوں کی مرضی پر تبدیل ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے اسکو خدائی مذہب کہا جاتا ہے۔

نام اس کا مستقل ہے حالانکہ اصل حقیقت مذہب کی بدلتی جاتی ہے اور اس لئے اسکے پیرؤں کو اختیار ہے کہ جب ضرورت پیش آوے مذہب کی صورت کو بدل لیں۔

اس امر کی تائید میں کہ عیسائی مذہب کو ہر زمانہ اور ہر ملک میں ایک نیا بہروپ بدلنا چاہیئے عجیب عجیب عذر بیان کئے جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ "چونکہ یسوع مسیح کا مذہب اپنی وضع میں ایک عالمگیر مذہب ہے اس لئے کامل طور پر سمجھا جانیکے لئے اسے ہر ایک قوم کی مدد کی ضرورت ہے" یا "ہندوستان میں مذہب عیسوی کی کامیابی کے یہ معنے ہیں کہ عیسائی مذہب ایک مشرقی صورت اختیار کرے۔ جس میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے ہندو خیالات اور عمدہ سے عمدہ ہندو زندگی کا نمونہ عیسائی مذہب کی نئی صورت پیدا کرنے والی طاقتیں ہوں۔" اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا انسانی خیالات الٰہی صداقتوں کو سانچے میں ڈھالا کرتے ہیں یا الٰہی صداقت ایسی ہونی چاہیئے کہ وہ انسانی خیالات کو ایک خاص صورت اور رنگ میں لانے کی طاقت رکھتی ہو عیسائیت کے حامی ذرا اس امر پر غور کریں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں بھلا اگر الٰہی صداقت ایسی ہی کمزور اور نکمی چیز ہے کہ وہ انسانی خیالات کے تابع ہے اور اُس کے پیچھے ہو کر چلتی ہے تو ایسی صداقت کی حقیقت ہی کیا ہے یہ تو محض ایک عبث اور لغو چیز ہے اس کا نام الٰہی صداقت کیونکر ہوا کیا خدا کی طاقت اتنی ہے کہ اُسے انسانوں کے تابع ہو کر چلنا پڑتا ہے عیسائیوں کا خدا ایسا کمزور ہو تو ہو اور درحقیقت بات بھی یہی ہے کیونکہ اگر یسوع خدا ہے تو جسطرح وہ اپنی زندگی میں یہودیوں سے مغلوب رہا اسی طرح اس کی سکھائی ہوئی صداقتیں انسانی خیالات سے مغلوب ہونی چاہیئیں۔ لیکن ہمارا خدا وہ زندہ اور طاقتور خدا ہے کہ جس کی طاقتوں کے مقابلہ میں انسانی طاقت ہیچ ہے اور جس کی تعلیم کی ہوئی صداقتیں جب انسان کے روح کے اندر ایکدفعہ داخل ہو جاتی ہیں تو پھر سارے انسان کو ایک نئے رنگ سے رنگین کر دیتی ہیں اُس کے سارے قویٰ اور اس کی ساری طاقتیں اور اُس کی ساری خواہشیں اس کے سارے خیالات اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مطیع ہو کر ملتی ہیں کہ گویا اس کی کوئی اپنی ہستی نہیں بلکہ وہ پورے طور پر تصرف الٰہی میں ہوتا ہے۔ اور اپنے تمام ارادوں اور خواہشوں اور خیالات میں اُسی کے تابع ہو کر چلتا ہے۔ الٰہی صداقت اپنے اندر وہ طاقت رکھتی ہے کہ اگر کل جہان بھی اس کے مقابل پر ہو تو اُسی کا غلبہ ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کی سکھائی ہوئی صداقتوں میں یہ طاقت نہ ہوتی تو اُس کو قبول کرنے سے کیا خوشی ہو سکتی تھی؟ پس اگر عیسائی مذہب میں کوئی الٰہی صداقت موجود ہے تو یہ ایک بے معنی بات ہے کہ وہ صورت اختیار کرتا ہے جو انسانی خیالات اسکو دیں اور اگر واقعی یہ مذہب ایسا ہی ہے کہ جو صورت اُسے انسانی خیالات دیں

وہی صورت اختیار کر لیتا ہے اور انسانی خیالات کے ماتحت ہو کر چلتا ہے تو پھر یقیناً اس میں کوئی الٰہی صداقت نہیں۔ فلسفہ کے مختلف طریقے جو دنیا میں موجود ہیں وہ بیشک انسانی خیالات کا نتیجہ ہیں لیکن کبھی کسی سے یہ بیہودگی سرزد نہیں ہوئی کہ انکو انسانی خیالات کا نتیجہ مان کر پھر بھی انکو الٰہی چشمہ سے نکلا ہوا کہے۔ گویا عیسائی عقاید کا نظام فلسفی طریقوں کے رنگ پر ہے۔ جیسا فلسفہ انسانی خیالات اور انسانی قوائے ذہنی کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا گیا ہے ایسا ہی عیسائی مذہب بھی۔ جیسا فلسفہ کے مختلف طریق اختلاف زمانہ اور ملک سے بدلتے رہتے ہیں ایسا ہی عیسائیت کی مختلف صورتیں بھی انہی اسباب سے متاثر ہو کر بدلتی رہتی ہیں۔ جو عیسائی مذہب یورپ میں رائج ہے وہ ہندوستان کے لئے موزون نہیں پھر اس کو خدا کی طرف سے کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ یہ تو صحیح اور اصلی معنوں میں انسانی۔ انسان کا بنایا ہوا اور انسان کے خیالات کا نتیجہ ہے۔ مسیح ایک رنگ کی عیسائیت کا وعظ کرتا رہا اور اس کے حواری اس کے نقش قدم پر چلے۔ پولوس نے دیکھا کہ مسیح کی سکھائی ہوئی عیسائیت غیر یہودی اقوام کے لئے موزون نہیں پس اس نے ایک اور طرح کی عیسائیت کی تعلیم دینی شروع کی۔ اور اب انسانی ترقی کی ۱۸ صدیوں کے گذر جانے کے بعد یہ راز کھلتا ہے کہ پولوس کی سکھائی ہوئی عیسائیت اس مہذب زمانہ کے موزون حال نہیں ہے۔ اور نہ ہی دوسرے ممالک مثلاً ہندوستان یا چین کے لئے موزون ہے۔ جیسا کہ پولوس نے ایک نیا عیسائی مذہب یونان اور روما کے لئے گھڑ لیا تھا ایسا ہی اب ہندوستان اور چین کو چاہیئے کہ وہ اپنے لئے نئے عیسائی مذہب گھڑ لیں۔ پھر اگر صورت یہی ہے جیسا کہ عیسائی صاحبان تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں یہ بتایا جاوے کہ عیسائیت میں خدا کا حصّہ کیا ہے۔ اگر مذہب عیسوی کا یہ سب سے پہلا مسئلہ کہ یسوع کے خون سے انسان نجات پاتا ہے عیسائی مذہب سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ تو پھر باقی تمام مسائل جو اسکی شاخیں ہیں اور جن کے مجموعہ کا نام عیسائیت ہے وہ بھی ایک ایک ہو کر الگ ہو سکتے ہیں اور عیسائی مذہب ان معنوں میں جن معنوں میں یہ مذہب سمجھا جاتا رہا ہے بالکل معدوم ہو جائیگا ہاں ایک فلسفی طریقہ کی صورت پر اس کا نام باقی رہ سکتا ہے وہ بھی اس وقت تک جب تک دو متضاد مجموعہ مسائل کے لئے وہی ایک نام قایم رکھنا پسند کیا جاوے۔ لیکن بحیثیت مذہب ہونے کے اس کی زندگی کا اسیوقت خاتمہ ہو جاتا ہے جب پرانے عقاید کو ترک کر کے ان کی بجائے نئے عقائد بنالئے جاویں۔ یہ کہنا کہ باوجود اس انقلاب عظیم کے صداقت وہی ہے اور صرف اس کی ظاہری صورتیں بدلتی ہیں اصل حقیقت کو چھپانا اور سچائی پر پردہ ڈالنا ہے۔ ہم اپنے سوال کو صاف اور سیدھی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ کہ کیا یسوع کا خون واقعی گناہوں کو دور کرنے کا اثر رکھتا ہے اور اس کا جواب بھی خواہ مثبت ہو خواہ نفی صاف الفاظ

میں ہونا چاہیئے اگر اس کا جواب ہاں ہے تو پھر اس عقیدہ کو الگ کر کے عیسائیت کچھ چیز نہیں ہے اور پھر ایک ہندو کے سامنے عیسائیت کا ذکر کرنا جسکو اعلیٰ درجہ کے ہندو خیالات اور سب سے عمدہ ہندو زندگی کا نمونہ ایک نئی صورت دینے والے ہوں لغو اور مہمل بات ہے۔ اور اگر سوال کا جواب نفی میں ہے تو موجودہ عیسائیت سب سے خطرناک غلطی ہے جو کبھی دنیا میں رائج ہوئی ہو۔ جو کچھ پادری لوکاس نے بیان کیا ہے اس سے شق ثانی ہی درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مذہب عیسوی کا مغز اور روح نہ تو کفارہ کی دقیق بحثیں اور نہ احتیاط سے تیار کی ہوئی نجات کی تجویزیں ہیں بلکہ یہ مسیح کے مرتے ہوئے چہرہ میں جو خدا کی محبت نظر آتی ہے وہی گناہ کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی روح کو اطمینان اور تسکین دیتی ہے۔ اگر ان بڑے بڑے الفاظ کے پیچھے سے صحیح معنے تلاش کئے جاویں تو کل عبارت کا مطلب صرف یہ ہوگا کہ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یسوع کی موت کسی ناقابل بیان طریق سے انسانی گناہوں کو اٹھا لے گئی بلکہ اس کی موت کو خدا کی محبت کے لئے اپنے نفس کی قربانی کا ایک عمدہ نمونہ سمجھنا چاہیئے۔ لیکن مذہب عیسوی کو بلحاظ عقیدہ کے ایسے خیال سے کیا تعلق ہے۔

اگر عیسائی مذہب کے اصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سند ہوتی تو یہ کبھی خیال نہ کیا جاتا کہ ان کو بدلنا انسان کے اختیار میں ہے۔ جو مذہب خدا کی طرف سے ہو اس کی تبدیلی انسان کے اختیار میں نہیں ہو سکتی۔ مذہب اسلام کے پاک اور متبرک اصولونکو دیکھو اور پھر غور کرو کہ وہ کس طرح پر ایسے وضع کئے گئے ہیں کہ کبھی بدلتے نہیں۔ اس کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا اصول اللہ تعالیٰ کی توحید کا ہے جو آخیر دنیا تک ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا بلکہ خود عیسائیوں کو اپنی فرضی تثلیث میں بھی توحید ماننی پڑی ہے اسکا ہمیشہ لاتبدیل رہنا اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ یہ انسانی فطرت اور خدا کے قانون قدرت کے مطابق ہے پس نہ انسانی فطرت بدل سکتی ہے نہ خدا کا قانون قدرت ٹل سکتا ہے اور نہ ہی مسئلہ توحید بدل سکتا ہے۔ پھر کفارہ کے بالمقابل اسلام جو دوسرا بڑا اصول سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ نجات کسی انسان کے خون سے نہیں ملتی بلکہ ایک پاکیزہ زندگی کے اختیار کرنے بدی کی راہوں سے بچنے اور نیکی کی راہوں پر چلنے سے ملتی ہے۔ اس اصول کی معقولیت کسی زمانہ اور کسی ملک میں زیر بحث نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے بلکہ جوں جوں دنیا علوم و تہذیب میں ترقی کرے گی ان اصول کی صداقت اور اس کے بالمقابل اصولوں کا بطلان زیادہ زیادہ واضح ہوتا جاوے گا پھر ایک اور بڑا اصول اسلام کا وحی الٰہی کے متعلق ہے اسلام دوسرے مذاہب کی طرح یہ تعلیم نہیں دیتا ہے کہ وحی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اور اب خدا اپنے آپ کو اپنے بندوں پر ظاہر نہیں کرتا یا اب اپنی ہستی

طاقت اور علم کے زبردست نشان نہیں دکھاتا بلکہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ وہی
زندہ خدا جو موسیٰؑ عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر ظاہر ہوا اب بھی اپنے ان
پاک بندوں پر ظاہر ہوتا ہے جو اس کو ڈھونڈھتے ہیں تاکہ اس کی ہستی اور قدرت پر
یقین تام حاصل کرکے وہ گناہ سے بچیں اور خدا کی نارضامندی کے ہر ایک راہ
سے اجتناب کرکے اس کی رضا کی راہوں میں چلیں۔ یہ صرف یہی تعلیم نہیں دیتا کہ
خدائے تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتا ہے بلکہ وہ اپنے راستبازوں کو اُن کی دُعاؤں کی
قبولیت سے قبل از وقت اطلاع بھی دیتا ہے۔ اسلام نشانوں اور معجزات کو گذشتہ
قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں بیان نہیں کرتا بلکہ ان لوگوں کے ذریعہ سے جو
کامل طور پر اُس کے فرمانبردار ہوکر چلتے ہیں وہ اب بھی نشانوں کا وعدہ دیتا ہے۔
اسلام زندہ مذہب ہے اور اس کے برکات بھی زندہ ہیں۔ اس کے پاک اصول کسی زمانہ یا کسی ملک
میں ترمیم کے محتاج نہیں ہیں۔ اگر کسی وقت جہالت سے اس کے کسی اصول پر اعتراض کیا گیا ہو
تو خود ہی زمانہ نے اس امر کا ثبوت دیدیا ہے کہ سچا اصول وہی ہے جو اسلام نے سکھایا ہے اور
معترض نے سخت غلطی کھائی ہے۔ مثلاً ایک طلاق کے مسئلہ پر ہی غور کرو اسلام اجازت دیتا
ہے کہ سوائے زنا کے دوسرے ایسے وجوہات پر جن سے تعلقات زناشوئی قائم نہ رہ سکتے ہوں
طلاق واقع ہوسکتی ہے اس اصول کی صداقت کو اب کل مہذب ممالک نے تسلیم کرلیا ہے
اور اکثر عیسائی ممالک میں طلاق ایسے وجوہ پر واقع ہوسکتی ہے جن کے لئے انجیل میں کوئی
دلیل نہیں ہے۔ درحقیقت اسلام کے اصول چونکہ وہ ایک غیر متبدّل حیّ و قیوّم خدا ہمہ طاقت
اور ہمہ علم ہستی کی طرف سے ہیں ایسے عالمگیر اور مستقل ہیں کہ مختلف زمانوں اور مختلف
ممالک میں اُن کو صورت بدلنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ انسانی خیالات کا نتیجہ نہیں بلکہ
خدائے تعالےٰ کی طرف سے ہیں اُن کے نیچے بڑے بڑے خزانے صداقتوں کے مدفون
ہیں مگر یہ صداقتیں عیسائیت کے اصول کی طرح کسی قوم کی مدد سے اسلام کو نہیں ملیں بلکہ
اس دانا اور حکیم ہستی نے جس نے وہ اصول سکھائے اُن کے نیچے ان صداقتوں کو بھی کہدیا
تاکہ اسکو خدا کیطرف سے ہونے پر دلیل ٹھہریں علم تاریخ کا ایک مبتدی بھی اس امر سے ناواقف نہیں کہ بجائے اسکے کہ انسانی خیالات کا
اسلام کے اصول پر کچھ اثر ہو۔ ان اصولوں نے جہاں وہ قبول کئے گئے ہیں انسانی خیالات میں ایک
حیرت انگیز ترقی پیدا کی اور اُن کی صورت بدل دی ہے۔ اور بجائے اس کے
کہ انسانی ذرائع سے ان کو کوئی مدد پہونچے اُنہوں نے انسانی خیالات کو مالامال
کردیا ہے جیسے خدا کا علم انسان کے علم سے بہت ہی برتر ہے ایسے ہی اسلام کے

اصول جو دنیا کے تمام مذاہب پر ہر ایک کمال میں فوقیت رکھتا ہے اپنے نیچے ایسی مخفی صداقتوں کے خزانے رکھتے ہیں جن کو معلوم کرنا انسان کی طاقت سے بالکل باہر ہے۔

مذہب عیسوی کے اس بے اطمینانی کی حالت کا ایک اور پہلو بھی ہے جو وہ بھی عیسائی عقائد کے تنزل کی طرح اس مذہب کے زوال کی ایک بیّن علامت ہے۔ یہ ہے مسیح کی آمد ثانی کی مضبوط امیدیں بلکہ ان امیدوں کی انجام کار ناکامی۔ ابتدائے عیسائیت سے مسیح کی آمد ثانی کی سخت انتظار لگی رہی ہے۔ لیکن یہ امید ایسی مضبوط اور ایسی عالمگیر کبھی نہیں ہوئی جیسے کہ اس موجودہ زمانہ میں۔ آمد کے وقت کے نہائت ہی قریب ہونے کا یہ خیال صرف ان تحقیقاتوں پر ہی مبنی نہیں ہے جو بائبل کے علماء نے اس کی پیش گوئیوں کی بنا پر اندازے لگائے ہیں بلکہ یہ ایک عام خیال ہے جو کل جہان میں اس وقت پھیلا ہوا ہے۔ تمام عیسائی دنیا اس وقت چیخ اٹھی ہے کہ مسیح کی آمد کا یہی وقت ہے بلکہ یہاں تک آوازیں آرہی ہیں کہ مسیح تو دروازے پر کھڑا اور اس کو کھٹکھٹا رہا ہے۔ کیا وقت کا حساب اور کیا یہ تمام احساس دونوں ایک آواز سے اس بات پر متفق ہیں کہ یہی وقت مسیح کی آمد کا ہے اور تمام اس بات پر متفق ہو رہے ہیں کہ اگر اس وقت میں مسیح نہ آیا تو پھر اور کوئی اس کے آنے کا وقت نہیں کیونکہ اس کے آنے کے سب نشانات بھی پورے ہو چکے ہیں۔ اس صورت میں جتنی امیدیں اس کے جلدی آنے کی لگی ہوئی ہیں وہ سب درحقیقت عیسائی عقیدے کو جڑ سے اکھیڑنے والی طاقتیں ہیں۔ کچھ زمانہ تو ان امیدوں میں آگے گذر چکا ہے اور کچھ وقت اور گذر جانے کے بعد یہ صاف معلوم ہو جائے گا کہ جو لوگ سخت انتظار میں بادلوں کی طرف دیکھتے رہے ہیں وہ سب دھوکہ میں پڑے رہے اگر یہ ممکن ہے کہ مسیح کی ذاتی آمد ثانی کی امید کبھی پوری ہو تو پگٹ کے وجود میں وہ پوری ہو چکی ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہی یسوع مسیح زمین و آسمان کا خدا ہوں جو پہلے آیا تھا۔ لیکن لوگ اس کی بات کو نہیں مانتے اگرچہ وہ دیکھتے ہیں کہ اگر یسوع خدا ہو سکتا تھا تو پگٹ کے دعوے میں کوئی نرالی بات نہیں ہے۔ لیکن اس بیچارے پر ہنسا جاتا ہے حالانکہ ہنسنے کے قابل بات مسیح کی ذاتی آمد ثانی کا عقیدہ ہے۔

یہ مشکل بھی آخر مذہب اسلام ہی حل کرتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ صاف بتا دیا

گیا ہے کہ یسوع مسیح خود واپس نہیں آئے گا بلکہ اس کا مثیل آئے گا علاوہ ازیں اسلام نے وہ علامتیں مقرر کر دی ہیں جو اُس کے آنے کے نشانات ہیں۔ انہیں سے ایک نشان ایسا ہے جس کو ہر ایک انسان اپنی آنکھ سے دیکھ سکتا تھا اور وہ ایسا صریح اور بین ہے کہ موٹی سے موٹی عقل والا آدمی بھی اس سے سچے آنے والے کو بغیر شک اور شبہ کے پہچان سکتا ہے۔ یہ نشان سورج اور چاند کے خاص مہینہ میں خاص اجتماع کے متعلق ہے اور قریباً دس سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ یہ نشان بعینہٖ اسی طرز میں وقوع میں آچکا جیسے تیرہ سو سال پہلے بتایا گیا تھا۔ علاوہ ازیں بہت سے اور نشانات جن کا وعدہ تھا ظاہر ہو چکے ہیں اور اُن کے دیکھنے والے کو اس قسم کے شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی جیسا ان نشانات کے دیکھنے والے کو رہ سکتی ہے جو انجیل میں بیان کئے گئے ہیں مثلاً زلزلوں کا آنا۔ لڑائیوں کا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ خدائے تعالیٰ کے پرانے وعدوں کے مطابق اور ان سب نشانات کو پورا کر کے سچا مسیح موعود دنیا میں عین اس وقت میں ظاہر ہو چکا ہے جب تمام آنکھیں سخت انتظاری کی حالت میں اسکی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ہاں اگر وہ اس وقت ظاہر نہ ہوتا تو کل دنیا خدا کے وعدوں کے پورا ہونے سے مایوس ہو جاتی وہ ٹھیک وقت پر اور صحیح طریق میں آیا ہے اور ظاہر ہو چکا ہے۔ خود عیسائی عقائد میں اس تنزل کا واقع ہونا جو اُنکو صفحہ ہستی سے مٹا رہا ہے اس امر کی مضبوط شہادت ہے کہ آنے والا آچکا ہے کیونکہ تیرہ سو سال پہلے ایسا ہی بتایا گیا تھا۔ زمین اور آسمان دونوں اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ خدا کے وعدے پورے ہو چکے۔ خدائے تعالےٰ نے ہزارہا آسمانی نشان اپنے مسیح کی تائید میں ظاہر کئے ہیں اور ہر ایک وہ ثبوت اُس کی سچائی کا دیا ہے جو وہ پہلے انبیاء کی سچائی کے لئے دیتا رہا ہے۔ گناہ سے جسکو نجات کہنا چاہیئے اس کے پیچھے چلنے سے ملتی ہے کیونکہ اُسی کی وساطت سے اُس زندہ خدا کا چہرہ نظر آسکتا ہے جس کی خواہش بہتوں کو ہے لیکن تھوڑی ہیں جن کی خواہش پوری ہوتی ہے۔ اُسی کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے علم و طاقت پر وہ زندہ ایمان اور کامل یقین حاصل ہوتا ہے جو انسان کو گناہ کی راہ سے بچا سکتا ہے۔ اُسی کی پیچھے چلنے سے وہ دائمی خوشحالی اور روحانی برکات حاصل ہوتی ہیں جو پہلے راستبازوں کو ملتی رہیں۔

یہ امر بھی یاد رکھنے کے لایق ہے کہ یسوع کا اناجیل مین یہ وعدہ کہ وہ خود دوبارہ آئیگا اسکے
مثیل کی آمد سے پورا ہو چکا ہے۔ اول تو یہ امر بھی ناممکن نہین کہ مسیح کو اپنی آمد ثانی کے معنے
سمجھنے مین پہلے غلطی لگی ہو اور بجائے روحانی آمد سمجھنے کے اس نے جسمانی آمد اس سے
سمجھ لی ہو۔ اجتہاد مین ایسی غلطی اسکے مسیح ہونیکے دعوے کی کسی طرح منافی نہین اور اسکی مثالین
خود اناجیل مین موجود ہین اگرچہ وہ غلطی قایم نہین رہی بلکہ خدا تعالےٰ اسکو بعد مین رفع کر دیتا ہے
مثلاً معلوم ہوتا ہے کہ داؤد کی سلطنت دوبارہ قایم کرنیکے معنون مین بھی حضرت مسیح کے اجتہاد نے
غلطی کی اور اس سے اس نے دنیوی سلطنت کا قایم ہونا سمجھ لیا اور اسی وجہ پر یہ مشورہ بھی اپنے
مریدونکو دیا کہ کپڑے بیچکر تلوارین خرید لو۔ مگر جلدی ہی اس کو اس غلطی کا پتہ لگ گیا اور اس نے
کہدیا کہ سلطنت سے مراد آسمانی سلطنت ہے نہ زمینی سلطنت۔ ایسا ہی ممکن ہو کہ اس نے پہلے
آمد ثانی کے معنے غلط سمجھے ہون لیکن بعد مین اس خیال کی اصلاح ہو گئی ہو۔ چنانچہ اس قسم کے فقرات
کہ جس طرح ایلیا نے دکھ اٹھایا (یعنی آمد ثانی مین) اسی طرح ابن آدم بھی اٹھائیگا اور کہ میرا آنا چور کیطرح ہوگا
اسکے مؤید ہین۔ ثانیاً۔ سب جانتے ہین کہ یہودی اپنی آسمانی کتب کی بنیاد پر یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ
سچے مسیح کی آمد کی سب سے زیادہ یقینی علامت ایلیا کا اس سے پہلے دوبارہ دنیا مین آنا ہی اور اسلئے
وہ ہر ایک دعویدار کو اسی نشان کے موجود نہونیسے جھوٹا سمجھ لیتے تھے۔ جب یسوع نے مسیحیت کا دعوے
کیا تو وہی اعتراض اسکے بھی سامنے پیش کیا گیا کہ الیاس ابھی دوبارہ نہین آیا اسکا جواب حضرت
مسیح نے یہ دیا کہ الیاس کے دوبارہ آنیکا وعدہ اسکے مثیل کے آنیسے پورا ہو چکا کیونکہ یوحنا الیاس کی روح
اور طاقت مین ہو کر آیا ہے ایک موقعہ پر جب اسکے شاگردون نے کہا کہ الیاس کہان ہے تو اسنے یوحنا کی
طرف اشارہ کیا جس سے اسکا مطلب یہ تھا کہ وہ وہی ایلیا تھا جسکے وہ انتظار مین تھے اب بائیبل مین
ایسی مثال تو ایک بھی موجود نہین ہے کہ ایک شخص ایکدفعہ اس دنیا سے جاکر دوبارہ خود ہی بہمان جسد
عنصری واپس آگیا ہو بلکہ برخلاف اسکے جو مثال آمد ثانی کی اسمین پائی جاتی ہے اسکے معنے خود حضرت
مسیح نے یہ کر دئے ہین کہ اس سے مراد صرف اسکے مثیل کی آمد ہے نہ کچھ اور۔ اسلئے جب اسنے اپنی آمد
ثانی کا ذکر کیا۔ تو اسکی مراد سوائے اسکے اور کچھ نہ ہو سکتی تھی جو اسنے ایلیا کی آمد ثانی کے معنے کئے تھے لہذا
اسمین ذرہ شک کی گنجایش باقی نہین ہو کہ مسیح کی آمد ثانی کا وعدہ جو اناجیل مین مذکور ہے وہ اسکے
مثیل کے آنیسے پورا ہو چکا۔ قرآن کریم نے اس امر کو اور بھی کھولکر اور پوری وضاحت سے بیان کر دیا ہی
جبکہ اسنے یہ فرمایا کہ مسیح نہین بلکہ اسکا مثیل دنیا مین آویگا۔ اگر باوجود اس صاف صاف اور یقینی شہادت
کے اور باوجود ان تمام ثبوتونکے جو مسیح موعود اپنی صداقت پر دے رہا ہے اب بھی لوگ یسوع کی جسمانی
آمد کے انتظار مین لگے رہین گے تو انکا انجام وہی ہوگا جو ان یہودیونکا ہوا جو باوجود مسیح کے سمجھانیکے ایلیا کی

دوبارہ آمد کے منتظر رہے اور اس طرح سچے مسیح کے پہچاننے سے ہمیشہ کیلئے محروم رہے یہ کوئی چھوٹی سی بات نہین بلکہ صرف اسی ایک امر پر غور کرنیسے مسیح کی آمد ثانی کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کوئی عیسائی ہے جو اسکی کوئی وجہ بتا سکے کہ اگر ایلیاس کی آمد ثانی کا وعدہ اسکے مثیل کے آنیسے پورا ہو سکتا تھا تو کیون مسیح کی آمد ثانی کا وعدہ بھی اسی طرح پورا نہین ہو سکتا۔ کوئی عیسائی ہے جو بیان کر سکے کہ اگر وہ یہودی جو ایلیاس کی جسمانی آمد ثانی کے منتظر رہے حالانکہ انکو صاف الفاظ مین وعدہ بھی یہی دیا گیا تھا کہ ایلیاس خود دوبارہ آئیگا غلطی پر تھے تو کیون وہ لوگ جو مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہین غلطی پر نہین باوجودیکہ مسیح کے اقوال مین اس قسم کے الفاظ بھی پائے جاتے ہین کہ میرا آنا چور کیطرح ہوگا یعنے بھیس بدلکر۔ ہان اگر یہودی یسوع مسیح کے انکار مین حق پر تھے تو پھر یہ لوگ بھی مسیح موعود کے انکار مین حق پر ہین اور اگر وہ غلطی پر تھے تو یہ بھی غلطی پر ہین اور یہ نتیجہ ایسا ہے کہ کسی طرح اس سے عیسائی انکار نہین کر سکتے *

"لیکھرام کی موت"

ایک عظیم الشان نشان کا پورا ہونا

لاہور کا اخبار آریہ پتر لکھتا ہے کہ آریہ پرتی ندی سبھا کے سکرٹری نے ایک اشتہار پنجاب کے کل آریہ سماجون کے نام شائع کیا ہے جس مین اطلاع دی گئی ہے کہ لالہ کیشب دیو کو سبھا مذکور نے اس غرض کے لئے مقرر کیا ہے کہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی سوانح لکھنے کیلئے سامان اکٹھا کرین اور اس اشتہار مین آریہ سماجون سے یہ درخواست کی گئی ہے کہ جب وہ ان سے مدد مانگے تو جہانتک ان کی طاقت مین ہے اسے مدد دین .... اب جو لالہ منشی رام نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ کہ اس طرح جو سامان اکٹھا ہو اس سے لیکھرام کی سوانح تیار کرین امید ہے کہ سماج اور سماجی اسے اپنا فرض سمجھین گے کہ سامان بہم پہنچانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ ہم اس اشتہار کو اور اسپر معاصر مذکور کے نوٹ کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے ہین کیونکہ نتیجہ اسکا یہ ہوگا کہ ایک ہیبت ناک الٰہی

نشان جو سات سال ہوئے دنیا نے دیکھا تھا اب پھر از سر نو پبلک کے سامنے پیش ہوگا۔ پنڈت لیکھرام
کی موت۔ اسکا ٹھیک وقت اور طریق اس واقعہ سے چار سال پہلے حضرت میرزا غلام احمد صاحب نے
خدا سے الہام پاکر مشتہر کردیا تھا۔ اس پیشگوئی کا تمام تفصیلات کے ساتھ اس طرح اسقدر پہلے بیان
کیا جانا اور پھر بعینہ اسی طرح ظہور مین آنا۔ آریہ سماج کے مذہبی عقاید کی غلطی پر قطعی اور یقینی دلیل تھی
جسکو دیکھ کر سماج کا فرض تھا کہ فایدہ اٹھاتا۔ لیکن ایک عظیم الشان مذہبی سرگروہ کی موت کے صدمہ
نے اسقدر جوش طبیعتون مین پیدا کردیا کہ انہون نے اس معاہدہ کی بھی کچھ پروانہ کی جو انکا قومی
شہید کرچکا تھا۔ اسکی موت سماج کیلئے ایک تنبیہ تھی کہ وہ اپنے عقائد مین غلطی پر ہے کیونکہ لیکھرام
نے بحیثیت سماج کا لیڈر اور وکیل ہونیکے یہ معاہدہ کیا تھا کہ یہ پیشگوئی جو حضرت مرزا صاحب اسکے
متعلق شایع کرینگے اگر پوری ہوجائے تو اس امر کا قطعی اور یقینی ثبوت ہوگی کہ مذہب اسلام
سچا اور آریہ سماج جھوٹا مذہب ہے اور اگر پوری نہ ہو تو ایسا ہی قطعی ثبوت آریہ سماج کی سچائی کا
ہوگی۔ چونکہ ہمین اندیشہ ہے کہ لالہ کیشب دیو جو سوانح کیلئے سامان مہیا کرنا چاہتے ہین یا لالہ منشی رام
جو سوانح نویس ہونگے اس مضبوط معاہدہ اور اسکے بعد کے واقعات کو جو پیشگوئی کی اشاعت اور
پورا ہونیکے متعلق ہین شایع کرنا پسند نہ کرین اور چونکہ یہ بھی اندیشہ ہے کہ سماج بھی اس واقعہ کو
پوشیدہ رکھنا ہی مصلحت خیال کرتا ہو۔ کیونکہ یہ لیکھرام کے سوانح کا سامان آریہ سماج کے معدوم
کرنیکا سامان ہے اسلیئے ہم ذیل مین اختصار کے طور پر ان تمام واقعات کو بالترتیب بیان کرتے
ہین۔ اور امید کرتے ہین کہ اب جبکہ جوش کا وقت گذر چکا ہے آریہ سماجی ٹھنڈے دل سے انپر
غور کرینگے اور سوچینگے کہ کیا آیندہ کے ایسے گہرے راز اسقدر عرصہ پہلے بیان کردینا انسانی طاقت
کا کام ہوسکتا ہے ہمین آریہ سماج سے کوئی ذاتی خصومت نہین اور ہم ان واقعات کو جو سماج
کے سامنے اسکے ایک بڑے سرگروہ کی موت کا نقشہ پیش کرتے ہین بیان بھی نہ کرتے لیکن چونکہ
یہ واقعات اللہ تعالے کے جلال اس کی عظیم الشان طاقتون اور غیب در غیب کے علم کو ظاہر کرتے
ہین اور اس دہریت اور مادہ پرستی کے زمانہ مین اس کی ہستی کے متعلق ایک قطعی یقین پیدا کرتے
ہین اس لیئے انکے اخفا کو ہم سخت گناہ سمجھتے ہین ان واقعات کو پیش کرکے ہم آریہ سماج کے
نامور لیڈر لالہ منشی رام سے امید رکھتے ہین کہ وہ پنڈت کی سوانح لکھتے وقت ان واقعات کو
خاص طور پر مدنظر رکھینگے اور پنڈت کی سوانح کا انہین ایک بڑا ضروری حصہ سمجھین گے
کیونکہ انکے ذریعہ سے سچے مذہب کی تائید مین ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہوا ہے۔ آریہ سماج جو انکا
یہ خیال ہے کہ پنڈت لیکھرام نے اپنی زندگی سچے مذہب کی حمایت اور تائید مین صرف کی لیکن
امر واقع یہ ہے کہ اصل مین پنڈت کی موت سے اور پیشگوئی کے مطابق موت سے حق کی عظیم الشان

تائید ہوئی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی زندگی بہ سبب اس کی پرجوش وعظوں کے ہمیشہ کیلئے مشہور رہیگی مگر ہماری رائے مین اس کی موت اس کی زندگی سے بدرجہا بڑھ کر ایک قابل یادگار واقع ہے کیونکہ اس کی موت خاموشی کی زبان سے ہمیشہ آنیوالی نسلونکو یہ وعظ کرتی رہے گی کہ اسلام کا خدا وہ زندہ اور طاقتور خدا ہے جو اس عالم کے ذرہ ذرہ پر تصرف رکھتا ہے اور اپنی منشاء اور ارادہ کے مطابق اسے جس طرح چاہے چلاتا ہے اور کہ اسلام ہی صرف ایک اور ایک ایسا سچا مذہب ہے جسکے حقیقی پیرؤون کو آسمانی نشان اور آسمانی برکتین دیجاتی ہین اور اسکے سوائے دوسرے کسی مذہب کو یہ فخر حاصل نہین۔ اس مختصر تمہید کے بعد ذیل مین ہم وہ واقعات درج کرتے ہین جو لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کے متعلق وقوع مین آئے۔

سنہ ۱۸۸۴ عیسوی مین حضرت میرزا صاحب کی مشہور تصنیف براہین احمدیہ کا چوتھا حصہ شایع ہوا۔ اس مین علاوہ ان زبردست دلایل کے جو غیر مذاہب کی تردید مین جن مین آریہ سماج بھی شامل تھا اور مذہب حقہ اسلام کی تائید مین دئے گئے تھے۔ چند آسمانی نشانات کا بھی ذکر ہے جو کتاب کے مصنف کے ہاتھ پر اللہ تعالے نے ظاہر کئے تھے اور انہین مین ایک نشان آریہ سماج کے بانی کے متعلق بھی تھا جو اس کی موت کی پیشگوئی پر مشتمل تھا۔ اسکے علاوہ مصنف کتاب کیطرف سے یہ دعوے بھی اس کتاب مین کیا گیا تھا کہ اگر مخالفین اسکے پاس آئین تو وہ ان کو بھی آسمانی نشان دکھا سکتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرنا چاہین تو پھر انہین کے مطابق اپنے مذاہب مین آسمانی نشانون کا وجود دکھاوین۔ کچھ عرصہ بعد پنڈت لیکھرام جو آریہ سماج کا ایک مشہور واعظ اور سرگروہ ممبر تھا قادیان مین آیا اور یہ سنہ ۱۸۸۵ء کے اخیر دن تھے اور اس نے حضرت میرزا صاحب سے مباحثہ بھی کرنا چاہا اور آسمانی نشان دیکھنے کا بھی طالب ہوا۔ وہ قریباً ایک ماہ یہان ٹھہرا لیکن مباحثہ کی شرایط منظور کرنے سے گریز کیا۔ مگر آسمانی نشان وہ بڑے اصرار سے مانگتا رہا اور نہایت تحقیر آمیز کلمات مین حضرت میرزا صاحب کے وعدے اور خدا کی طاقت پر کہ وہ اسی دنیا مین سزا دینے پر قادر ہے استہزا کرتا رہا۔ آخر چند دن کی خط وکتابت کے بعد ایک معاہدہ فریقین کے درمیان ہوا جسکے رو سے یہ قرار پایا کہ میرزا صاحب اپنے مخالف کے حق مین کوئی پیشگوئی شایع کرین۔ شرط یہ تھی کہ اگر پیشگوئی سچی نکلے تو وہ آریہ سماج کے باطل ہونیکا قطعی ثبوت ہوگی اور اگر جھوٹی نکلے تو اسلام کے سچا نہ ہونے پر دلیل ٹھہریگی۔ اسکے بعد ۲۰- فروری سنہ ۱۸۸۶ء کو ایک دوسرا اشتہار حضرت میرزا صاحب کیطرف سے نکلا جس مین انہون نے لیکھرام کو مخاطب کرکے اس پیشگوئی کا ذکر کیا جو وہ طلب کرتا تھا اور لکھا کہ اگر پیشگوئی کی اشاعت سے اسے کوئی رنج پہونچے تو وہ اس پیشگوئی کو شایع نہ کرین اگرچہ پہلے معاہدہ کی رو سے ہی

انہین پوراحق حاصل تھا کہ لیکھرام کے متعلق جو پیش گوئی چاہین شایع کرین مگر مزید احتیاط کے لئے کہ مبادا اسکے دلکو دکھ پہنچے دوبارہ اس کی اجازت چاہی اس اشتہار کا جواب پنڈت لیکھرام نے حسب معمول گستاخانہ جرأت سے یہ دیا کہ میری طرف سے اجازت ہے جو پیش گوئی چاہو شایع کرو مین تمہاری پیش گوئی کو واہیات سمجھتا ہون اور اس سے ڈرتا نہین اس کے بعد بھی حضرت مرزا صاحب نے مدت تک پیشگوئی کے اظہار مین توقف کیا کہ شاید وہ اپنی اصلاح کرلے لیکن پنڈت کا کینہ اسلام کے ساتھ اور اسکے حملونکی سختی اس مقدس مذہب پر دن بدن بڑھتی گئی سنوبالآخر ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو پہلا اشتہار شایع ہوا جس مین اس کی موت کی پیش گوئی تھی - اسکے ابتدا مین چند فارسی اشعار تھے - جن مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بے نظیر فضایل اور غیر منقطع اور دایمی برکات بیان کیئے گئے ہین آخری چند اشعار مین صاف طور پر لیکھرام کی موت کا اور اس امر کا کہ کس طرز پر وہ واقع ہوگی ذکر ہے - وہ اشعار یہ ہین ؎ الا اے دشمن نادان و بے راہ ✤ بترس از تیغ بران محمدؐ ✤ رہ مولیٰ کہ گم کردند مردم ✤ بجو در آل و اعوان محمدؐ ✤ الا اے منکر از شان محمدؐ ✤ ہم از نور نمایان محمدؐ ✤ کرامت گرچہ بے نام و نشان است ✤ بیا بنگر ز غلمان محمدؐ ✤ ان اشعار کے نیچے یہ سرخی ہے "لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی" اور الفاظ تیغ بران محمدؐ سے ایک ہاتھ کی تصویر کھینچی گئی ہے جسکی انگلی کا اشارہ اسی سرخی کے درمیان ہے - یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگرچہ موت کی پیشگوئی بالتصریح اسی اشتہار مین آگے چلکر بیان کیگئی ہے لیکن جو شخص ان اشعار پر اور پھر تیغ بران کے لیکھرام کیطرف اشارہ پر ذرہ بھی غور کریگا وہ آسانی سے سمجھ لیگا کہ اس جگہ لیکھرام کے قتل کیطرف صاف اشارہ ہے - تیغ بران اس کی زندگی کا خاتمہ کرنیوالی اور اسی تیغ بران کے ذریعہ خدا تعالے کا غضب اسپر نازل ہونیوالا تھا کیونکہ اس نے تمام مقدسون کے سرتاج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت گالیان نکالکر اور توہین کرکے خدا کے غضب کی آگ کو بھڑکایا تھا - اور اسی واسطے اسکو کہا گیا کہ دیکھ تو تو نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہتا اور گالیان نکالتا اور انکے معجزات کا منکر ہے مگر اسوقت بھی جبکہ دنیا مین معجزہ اور کرامت کا نام و نشان مفقود ہو رہا ہے اسی نبی عربی کا ایک غلام (حضرت میرزا غلام احمدؐ) تجھے ایک نشان دکھاتا ہے - اے کاش کہ وہ دل رکھتا اور آنیوالے غضب سے ڈر کر اصلاح کرتا - بعد ان اشعار کے اصل پیش گوئی اس اشتہار مین ان الفاظ مین بیان کی گئی ہے کہ "اس کی نسبت جب توجہ کیگئی تو اللہ جلشانہ کیطرف سے یہ الہام ہوا عجل جسد لہ خوار - لہ نصب و عذاب - یعنی یہ صرف ایک بیجان گوسالہ ہے جسکے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اسکے لیئے ان گستاخیون اور بدزبانیونکے عوض مین سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اسکو مل رہیگا اور اسکے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء

روز دوشنبہ ہے۔ اس عذاب کا وقت معلوم کرنیکے لیئے توجہ کیگئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰۔ فروری سنہ ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا مین یعنی ان بے ادبیون کی سزا مین جو اس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین کی ہین عذاب شدید مین مبتلا ہو جائیگا" اسکے نیچے حاشیہ پر یہ الفاظ لکھے ہین کہ "اب آریونکو چاہیئے کہ سب ملکر دعا کرین کہ یہ عذاب اُنکے اس وکیل سے ٹلجائے" یہ اشتہار بڑی کثرت سے تمام قومونکے درمیان شایع کیا گیا۔ اور اخبارات مین بھی اسکے متعلق مضامین نکلتے رہے بعض اخبارات کے اس اعتراض پر کہ اس اشتہار کا مفہوم صاف نہین دوبارہ اس کی تشریح قریباً دو ماہ بعد کیگئی۔ ان دنون مین سرسید احمد خان نے ایک رسالہ دعا پر لکھا تھا جس مین انہون نے قبولیت دعا سے انکار کیا تھا اسکا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھ رہے تھے جب یہ اعتراض پیش ہوئے اس رسالہ کا نام جس مین سید احمد خان کے خیالات کی تردید کی گئی "برکات الدعا" تھا۔ اسکے اخیر مین چند فارسی اشعار قبولیت دعا کے متعلق ہتے جن مین سید احمد خان خاص طور پر مخاطب تھے۔ اخیری دو شعر اسکے یہ ہین:۔

اے کہ گوئی گر دعا ہارا اثر بودے کجاست | سوئے من بشتاب بنمایم ترا چون آفتاب
ہان مکن انکار زین اسرار قدرتہائے حق | قصہ کوتہ کن ببین از ما دعائے مستجاب

اور اخیری مصرعہ کے نیچے یہ الفاظ ہین دیکھو برکات الدعا سرورق صفحہ ۲ و ۳ و ۴۔ ان اشعار اور نوٹ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ قبولیت دعا سے انکار مت کرو بلکہ میری طرف آؤ تا مین تمہین آفتاب کیطرح روشن کرکے دکھاؤن کہ دعا قبول ہوتی ہے مختصر بات یہ ہے کہ مین تمہین دعائے مستجاب دکھاتا ہون جس کی تفصیل سرورق کے صفحات ۲ و ۳ و ۴ مین ہے۔ جب ہم ان صفحات کو دیکھتے ہین تو وہان یہ سرخی ہے "نمونہ دعائے مستجاب" اور اسکے نیچے لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کی تفصیل اور بعض ان اعتراضات کا جواب ہے جو اخبارات مین اس پیشگوئی پر کیئے گئے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سرسید احمد خان کو جو دعائے مستجاب دکھانیکا وعدہ برکات الدعا کے اخیر پر کیا گیا تھا۔ وہ اسی پیشگوئی کے متعلق دعا تھی اور یہی ایک نمونہ قبولیت دعا کے ثبوت کیلیئے معیار ٹھہرایا گیا تھا۔ مذکورہ بالا عنوان کے نیچے یہ عبارت درج ہے "مین اقرار کرتا ہون کہ اگر جیسا کہ معترضون نے خیال فرمایا ہے پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا اور پھر اصلی حالت صحت کی قایم ہوگئی تو وہ پیشگوئی متصور نہین ہوگی اور بلاشبہ ایک مکر اور فریب ہوگا۔۔۔۔ ۔۔۔۔ پس اس صورت مین بلاشبہ مین اس سزا کے لایق ٹھہرونگا جسکا ذکر مین نے کیا ہے لیکن اگر پیشگوئی

کا ظہور اس طور سے ہوا کہ جس مین قہر الہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دین تو پھر سمجھو کہ خداتعالے کیطرف سے ہے ...... مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہین بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدس کو جو تمام سچائیون کا چشمہ تھا توہین سے یاد کیا اس لیئے خداتعالے نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دنیا مین عزت ظاہر کرے"۔

اسی کتاب برکات الدعا کے اخیر پر ایک اور پیشگوئی حاشیہ پر درج ہے جس سے اور بھی وضاحت ہوتی ہے۔ اسکا عنوان ہے "لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر"۔ اور آگے لکھا ہے "آج جو ۲۔ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان سنہ ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کیحالت مین مین نے دیکھا کہ مین ایک وسیع مکان مین بیٹھا ہوا ہون اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہین اتنے مین ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اسکے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا مین نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمایل کا شخص ہے گویا انسان نہین ملایک شداد غلاظ مین سے ہے اور اس کی ہیبت دلون پر طاری تھی اور مین اسے دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہان ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہان ہے تب مین نے اسوقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزادہی کے لیئے مامور کیا گیا ہے مگر مجھے معلوم نہین رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔

ہان یہ یقینی طور پر یاد ہے کہ وہ دوسرا شخص انہین چند آدمیون مین سے تھا جنکی نسبت مین اشتہار دے چکا ہون اور یہ یکشنبہ کا دن اور چار بجے صبح کا وقت تھا"۔ یہ کتاب جس مین یہ پیشگوئیان شایع کی گئین۔ پہلے اشتہار سے قریبا دو ماہ بعد شایع ہوئی۔ یہ تمام پیشگوئیان بلند آواز سے پکار رہی ہین کہ لیکھرام کے لئے چھ سال کے عرصہ کے اندر موت مقدر تھی اور موت کا ذریعہ قتل تھا۔ تیغ براں کا ذکر معمولی بیماری کی نفی یعنی سزا کا ہیبتناک ہونا اور ایک ہیبتناک فرشتہ کا خونخوار چہرہ کے ساتھ نمودار ہونا صاف طور پر اس واقعہ کا نقشہ کھینچ رہی ہین جو چند سال بعد واقعہ ہونیوالا تھا اور لیکھرام کے خوفناک انجام کی خبر دے رہی ہین۔ سنہ ۱۸۹۴ء مین ایک اور کتاب کرامات الصادقین شایع ہوئی۔ جسکے اخیری صفحہ پر لیکھرام کی موت کا عربی عبارت مین ذکر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے "اور میرے نشانون مین سے ہے جو میرے خدا نے میرے ساتھ وعدہ کیا اور ایک مفسد آدمی خدا اور رسول کے دشمن مسمی لیکھرام پشاوری کے متعلق میری دعا قبول کی اور میرے رب نے مجھے خبر دی کہ وہ ہلاک ہونیوالون مین ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کو گالیان نکالتا ہے اور آپ کی شان مین گندے کلمات بولتا ہے۔

پس مین نے اس پر بددعا کی اور میرے رب نے اس کی موت کی چھ سال کے اندر اندر خبر دی بیشک اس مین حق کے طالبون کے لئے نشان ہے۔ پھر اس کی موت کے وقت کے متعلق اس کتاب مین یہ عربی شعر ہے ؎ فبشرنی ربّی وقال مبشرا ؛ ستعرف یوم العید والعید اقرب - جسکا ترجمہ یہ ہے اور میرے رب نے مجھے خوشخبری دیکر فرمایا کہ عنقریب تو خوشی کے دن کو دیکھیگا اور وہ عید کے دن کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔ یہان یہ بتایا گیا ہے کہ لیکھرام کی موت کا دن عید سے ملا ہوا ہوگا۔ یہ تمام واقعات وقوعہ سے بہت مدت پہلے ہندوؤن اور مسلمانون کے درمیان اچھی طرح مشہور ہو چکے تھے چنانچہ آریون کو بخوبی معلوم تھا کہ پیشگوئی مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ لیکھرام کی موت چھ سال کے اندر اندر بذریعہ قتل ایسے دن مین واقعہ ہوگی جو عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا چنانچہ پنجاب سماچار اپنے ضمیمہ مورخہ ۸۔ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء مین جو لیکھرام کی موت کے تین دن بعد لکھا گیا۔ لکھتا ہے کہ "کہا کرتے تھے کہ پنڈت کو مار ڈالینگے اور اس عرصہ مین اور فلان دن (یعنے عید کے دوسرے دن مین) ایک دردناک حالت مین مریگا" اخبار مذکور کا یہ لکھنا کہ کہا کرتے تھے کہ مار ڈالینگے محض افترا ہے کیونکہ پیشگوئیون کی اشاعت کے علاوہ اور کچھ نہین لکھا گیا اور وہ بھی پنڈت مقتول کے اصرار اور مطالبہ پر۔ یہ صرف ایک ہی پیشگوئی نہین تھی بلکہ ایک ہی واقعہ کے متعلق متعدد پیشگوئیان جو یکے بعد دیگرے شایع کی گئین اور اور ہر ایک مین پہلی سے زیادہ تفصیل کی گئی ؛

اب اس امر پر غور کرنی چاہئے کہ کیونکر یہ پیشگوئیان پوری ہوئین۔ ۶۔ مارچ سنہ ۱۸۹۷ء کو یعنی پیشگوئی کے پہلے اشتہار کی تاریخ سے قریبًا چار سال بعد اور مقررہ میعاد کے اندر روز روشن مین لیکھرام ایک قاتل کی خنجر کا شکار ہوا۔ اور اس سے ایک دن پہلے یعنی ۵ مارچ کو عید کا دن تھا۔ ۴ بجے شام کا وقت تھا جب اسے چھری لگی۔ اور اسکے چند گھنٹہ بعد وہ زندہ رہا۔ اور آخرکار ایک دردناک حالت مین آدھی رات کے قریب مرگیا اس طرح یہ ایک عظیم الشان پیش گوئی جسکا ثبوت دن سے بھی زیادہ روشن ہے پوری ہوئی.... یہ کسی گذشتہ مدت کا قصہ نہین بلکہ ہزارہا ایسے لوگ جنہون نے پیشگوئی کی اشاعت کو اور پھر اسے پورا ہوتے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے اب تک زندہ موجود ہین اور سینکڑون ہندوؤن اور مسلمانون نے جن کو حضرت مسیح موعودؑ سے کوئی تعلق بیعت وغیرہ کا نہین اپنی تحریری شہادت اس امر کے متعلق دی کہ واقعی لیکھرام کی موت عین پیشگوئی کے مطابق ہوئی اور اسکا وقوع انسان کی طاقت سے باہر اور صرف اللہ تعالے کی طرف سے ہے ؛

نوسو سے پچیس تک یعنے سہ چند کے قریب پہنچگئی ہے مگر کچھ عرصہ سے اپنے مخلص احباب کی اس تگاپو فی سبیل اللہ کی رفتار مین کسیقدر بہ نسبت اوایل کے نرمی سے دکھائی دینے لگی ہے حالانکہ ابھی رسالہ کی خریداری کے اس تعداد تک پہونچنے مین بہت کمی ہے جس تعداد تک پہنچا نیکا امام صادق علیہ السلام نے اپنے ارشاد مبارک مین ارادہ ظاہر فرمایا ہے اس دھیما پن کا بجز اسکے اور کیا باعث قرار دیا جاوے کہ اپنی جماعت کے جملہ افراد کے اعصاب حمیت و اعانت مین ابھی پوزیشن پیدا نہین ہوا - ورنہ کہان اس پاک جماعت کے مخلص احباب کے پرجوش دل اور اپنے پیارے امام کے ارشاد پر قربان ہونیوالی روحین - اور کہان ایسے تاکیدی حکم کی تعمیل مین اسقدر تکاہل و تساہل - حضرت اقدس کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل اور اس رسالہ کے مفاد تو اس امر کے مقتضی تھے کہ احمدیہ جماعت کا کوئی فرد خواہ خواندہ ہو یا نخواندہ اس رسالہ کی خریداری سے محروم نہ رہتا - اس دو لاکھ سے بھی زیادہ احمدیہ جماعت کے احباب سے اگر پانچ فیصدی بھی ایسے مخلص نکل آوین جو کم از کم فی کس ایک ایک رسالہ کے خریدار بنین تاہم تعداد خریداری دس ہزار سے بڑھ جاتی ہے + تمام ممالک غیر امریکہ و یورپ وغیرہ مین اس رسالہ کے مضامین نے ایک تہلکہ سا مچا دیا ہے جس سے مخالفون کے دلون مین بھی تلاش حق کی تحریکین پیدا ہو گئی ہین - پچھلے ایام مین اسٹریلیا سے ایک یورپین کی چٹھی آئی تھی جسمین وہ اس رسالہ کے مضامین کی دلچسپی کو ایک عاشقانہ پیرایہ مین ظاہر کر کے کہتا ہے کہ " یہ پر حقایق دلچسپ مضامین مین متلاشی حق کیلئے صداقت کی ایک کھلی راہ ہے امید ہے کہ اسکے مقناطیسی اثر سے اور بھی بہت لوگ ضرور متاثر ہونگے " کیون نہ ہو - پیارے امام صادق کی تحریرات سے سعید فطرت و سعادت کیش روحین کبھی بھی بے اثر نہین رہ سکتین چہ جائیکہ اپنی جماعت کے مخلص احباب کے دلون مین اسکے احکام کی بجا آوری کا خیال و تحریک پیدا نہ ہو - مشیت ایزدی مین جو کام ہونا ہے اور جن اغراض کے لئے اسکا مور آیا ہے وہ سب ہو کر ہی رہین گی - یہ تو صرف ہمارے واسطے توشہ عقبے حاصل کرنیکا ایک موقعہ حسنہ ہے ماد رمن قال ۔ ۵ بمفت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ + قضائے آسمان است این بہر حالت شود پیدا + حتی الوسع اس ثواب کو حاصل کرنیکا عین وقت ہے - اللہ تعالے جملہ احباب کو اس کار خیر مین ہاتھ بٹانیکی توفیق بخشے تاکہ اپنے امام پاک کے احکام پر عمل کر کے سابق بالخیرات بنین - آمین ثم آمین - والسلام -

منیجر

معذرت

بعض مقدمات مین مصروفیت کیوجہ سے ایڈیٹر رسالہ کو پوری فرصت نہین ملتی رہی ہے اسواسطے گذشتہ دو نمبر سے ماہ رسالہ توقف سے نکلتا رہا ہے نیز پرچہ ہذا کے چند صفحے کم ہین - اسکی وجہ بھی وہی عدم فراغت ہے - انشاء اللہ تعالے فراغت پانے پر یہ شکایات رفع ہو جاوینگی اور کمی بھی پوری کی جاویگی +

منیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

”ضروری استدعاء“

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ یا غیر پیٹنٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہیں اور پر اپنے مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دوائی کے نہ ہونے کے باعث نہیں کسی اور شہر سے ادویا منگوانی پڑتی ہیں بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات فرانٹیر میڈیکل ہوس پشاور بازار قصہ خوانی سے منگوائیں یہ دکان میرے متعلق ہے نہیں نقصان نہیں اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے

المشتہر خواجہ کمال الدین وکیل پشاور۔

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم مولوی فضلدینصاحب طبع ہوا